انظر کیف ضربوا لک الامثال فضلوا فلا یستطیعون سبیلا

الحمد للہ کہ رسالہ

حقیقی معنوں میں رہنما ہے" (رسالہ رنگیلا رسول صفحہ ۶) "(حضرت) محمدؐ کی زندگی [illegible]

مقدس رسول

(علیہ السلام)

جسمیں

آریوں کے رسالہ "رنگیلا رسول" اُردو اور "وچتر جیون" ناگری مصنفہ پنڈت کا لیکچرن متعلقہ ازواج مطہرات کا جواب ہے

مصنفہ

مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ صاحب (مولوی فاضل مصنف تفسیر ثنائی وغیرہ)

اڈیٹر اخبار "اہل حدیث" امرتسر

بفرمائش خاکسار عطاء اللہ منیجر دفتر "اہلحدیث"

بماہ ستمبر سنہ ۱۹۲۴ء

آفتاب برقی پریس امرتسر میں محمد عبد اللہ نہاس اَیز پٹر کے اہتمام سے چھپا

قیمت ۱۰/ محصول علاوہ

(محل وصول دفتر اہلحدیث امرتسر)

رسالہ مقدّس رسول پر علماء کرام کی رائیں

کہتی ہے تجھ کو خلقِ خدا غائبانہ کیا

آریہ سماجی جب کبھی جواب معقول پاتے ہیں تو کہا کرتے ہیں کہ یہ جواب صرف مجیب کی رائے ہے اور علمائے اسلام اس جواب کے قائل نہیں۔ اس لئے جواب ہذا پر علماء کرام کی تصدیقات بھی لی گئیں جو درج ذیل ہیں:۔ (مصنّف)

حضرات علماء دیوبند ضلع سہارنپور

"رنگیلا رسول" چھاپ کر آریہ سماج نے جو نمونہ تہذیب اور آرین راست بیانی کا پیش کیا ہے۔ وہ فی الحقیقت سماجی لٹریچر کی مشہور و معروف خصوصیات دل آزاری سخت کلامی دروغ بیانی اور اندھے تعصب کا ایک ایسا مکمل مرقّع ہے جس میں سماج کے معلم اول (سوامی دیانند) کی اخلاقی تعلیم کے خدوخال پوری صفائی اور وضاحت سے نظر آرہے ہیں +

ایسی گندی اور متعفن تحریر کسی آریہ کی طرف منسوب ہو تو ہم کو کچھ بھی حیرت نہیں۔ ہاں حیرت اگر ہے تو مسلمانوں کے غایت درجہ کے صبر و تحمّل پر کہ آج اپنے پاک رسول کی جناب میں ایسے رکیک اور کمینہ حملے دیکھ کر بھی اُن میں کوئی حرکت پیدا نہیں ہوتی +

فیا لیتنی مت قبل ھذا وکنت نسیًا منسیا

حق تعالےٰ نیک اجر دے مولوی ابوالوفاء ثناء اللہ صاحب امرتسری کو جنہوں نے "مقدس رسول" لکھ کر ایسی گندگی کا جواب بڑی پاکیزگی سے۔ اندھیرے کا اُجالے سے اور بدتہذیبی کا نہایت سنجیدگی اور متانت سے دیا اور ثابت کردیا کہ اُس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام لیوا جن کی بعثت کی غرض ہی یہ تھی لِاُتَمِّمَ مَکَارِمَ الْاَخْلَاقِ[1] اس گئی گذری

---

[1] میں اس لئے رسول ہو کر آیا ہوں کہ اعلیٰ اخلاق کو مکمل کروں۔ حضور علیہ السلام کا فرمان ہے (مصنّف)

حالت میں بھی دنیا کے بڑے بڑے مدعیان تہذیب سے بڑھکر مہذب ہیں۔ سچ یہ ہے کہ مولوی صاحب ممدوح نے اپنے مخصوص رنگ اور مختصر جملوں میں رنگیلے مہاشہ کا سارا تار و پود بکھیر دیا ہے اور اپنے قلم کی حرکت سے کذب و دروغ اور تعصب و عناد کے وہ سب غلیظ پردے یکسر چاک کردیے ہیں، جن کے نیچے رنگیلے مہاشہ نے اُس مقدس رسول کی پاک زندگی کو مستور کرنا چاہا تھا +

خدا تعالیٰ مولوی صاحب کی اس خدمت کو قبول فرمائے اور ہم کو کام کرنے کی ہمت بخشے

جزاہ اللہ عنا وعن سائر المسلمین جزاء حسنا۔ ووفقہ وایانا لما یحب ویرضی

دستخط علمائے کرام

(مولانا) شبیر احمد عثمانی۔ (مولانا) سراج احمد (مولانا) حبیب الرحمن۔

(از مدرسہ دیوبند)

نوٹ۔ دس نسخے قیمتاً بھیجدیں (حبیب الرحمن)

مولانا مرتضیٰ حسن صاحب | میں نے رسالہ "مقدس رسول" دیکھا۔ متعصب آریہ کے غیر مہذب اعتراضوں کا بہت تہذیب اور متانت سے جواب دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ آریہ سماج کو ہدایت کرے اور اہل اسلام کو استقامت عنایت فرمائے۔ مولوی ثناء اللہ صاحب کی سعی قابل ثناء ہے۔ جزاہ اللہ تعالیٰ عنی وعن سائر المسلمین خیر الجزاء وصلی اللہ علیٰ خیر خلقہ سیدنا ومولانا محمد وآلہ وصحبہ الیٰ یوم الجزاء +

بندہ مرتضیٰ حسن (از دیوبند)

مولانا اعزاز علی صاحب | حامداً ومصلیاً ومسلماً۔ امابعد میں نے رسالہ "مقدس رسول" کو مطالعہ کیا۔ مولانا ثناء اللہ صاحب کے جوابات آریوں کے مقابلہ میں ہمیشہ مسکت ثابت ہوئے ہیں اور وہ مختصر لفظوں میں بہت سے جوابات بصراحت اور بعض باشارت دیتے ہیں۔ اس میں بھی انہوں نے زمانہ کی جدت اور واقعات کی تحقیق سے کام لیا ہے اور اکثر مواقع پر الزامی جواب دیکر دفاع عن الاسلام کا فریضہ ادا کیا ہے۔

میں دعا کرتا ہوں کہ خداوند عالم اس رسالہ کو مقبول اور اسلام اور اہل اسلام کو اس سے

مستفیض فرمادے - آمین!

محمد اعزاز علی غفرلہٗ (از دیوبند) ۸ صفر ۱۳۴۳ھ

علماء دار الحدیث مدرسہ رحمانیہ دہلی

"اما بعد - کسی آریہ نے ایک رسالہ "رنگیلا رسول" لکھا ہے جس میں مسلمانوں کی دل آزاری کا کوئی پہلو نہیں چھوڑا - بخیال اطمینان وتشفی قلوب اہل اسلام مولانا ابو الوفا ثناء اللہ صاحب امرتسری نے اس کا جواب دنداں شکن نہایت نرمی اور مہذبانہ لہجے سے ایک رسالہ تحریر فرمایا ہے جس کا نام "مقدس رسول" ہے میں نے اس رسالہ کو بغور دیکھا - ہر مضمون جواب اس کا نہایت سچا اور منصفانہ اور ہر کلام وجملہ محققانہ اور مہذبانہ ہے - مجیب کو عقلاً وعرفاً حق تھا کہ جواب ترکی بترکی اُسی لہجہ کے ساتھ دیتے جو لہجہ رنگیلے مہاشہ نے اختیار کیا ہے - مگر بحکم وَجَادِلْهُم بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ جو ہمارے رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی تعلیم ہے - نہایت نرمی اور تہذیب کے ساتھ دیا ہے - اور ایک لفظ بھی غیر مہذبانہ استعمال نہیں کیا ہے - آفریں باد بریں ہمت مردانہ او" والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ ورشد واہتدیٰ -

دستخط علماء کرام دہلی

(مولانا) ابو طاہر بہاری (مولانا) احمد مئو ضلع اعظم گڈھ

(مولانا) ابو العرفان عبد الرحمٰن (از مدرسہ رحمانیہ دہلی)

حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب دہلوی میں نے رسالہ "مقدس رسول" مؤلفہ جناب مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری کو اشاعت سے پہلے پڑھا - وہ عین ضرورت کے وقت لکھا گیا ہے - اور ان میں جس قدر مضامین ہیں وہ سب مدلل اور تحقیق کرنیوالے کو مطمئن کرنے والے ہیں +

مولانا موصوف کی ساری زندگی خدمت اسلام میں گزری - دشمنان اسلام کے ہر حملہ کا فوری جواب ان کی طرف سے شایع ہوتا ہے - یہ رسالہ بھی جن غیر مہذب رسائل کے جواب میں ہے اُنہوں نے مسلمانوں کو نہایت مشتعل کر رکھا ہے +

مجھے اُمید ہے کہ مسلمان اس رسالہ کی کاپیاں خرید کر مُفت تقسیم کرینگے۔ اور میں بھی قیمت معلوم ہونے کے بعد پچاس کاپیاں اس کی خرید کر تقسیم کرونگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ +

حسن نظامی۔ ۲۔ ستمبر ۱۹۲۴ء

مولانا عبد الباری صاحب لکھنوی

مولانا المکرم۔ السلام علیکم۔ مَیں ابتدا ہی سے آپ کی تصانیف متعلق ردِ آریہ کے مطالعہ سے بہرہ ور ہوتا رہا ہوں اور اس فرقہ کے حالات کو ہمیشہ آپ ہی کی تحریرات سے مجھے واقفیت ہوئی ہے۔ مجھے آپ کی اس تصنیف (”مقدس رسول“) سے توقع کے موافق فائدہ ہوا۔ بہت باموقع مناسب رسالہ ہے۔ ”رنگیلا رسول“ رسالہ کا ذکر اول اول مَیں نے گاندھی صاحب کی زبان سے سُنا تھا۔ وہ پنجاب کے ہندوؤں کے رسائل و اخبارات کے زائد شاکی تھے اور اُن کی ردّوں۔ کے بھی جو اہل اسلام کی طرف سے تھے شکایت کرتے تھے۔ مجھے تو یہ خیال تھا کہ جس رسالہ کو گاندھی صاحب نے مسلمانوں کا دل آزار قصور کیا تھا۔ اُس کو مسلمان جس حد تک دل آزار سمجھتے وہ کم ہے۔ کہیں اُس کا جواب کوئی بگڑے دل تُرکی بہ تُرکی نہ دیں جو تعلیم اسلامی کے منافی ہے۔ ہمارے یہ خیال غلط نکلا اور آپ نے اس خدمت کو انجام دیا جو حضرات اہل علم کے شایانِ شان ہے۔ مجھے آپ کے شکریہ کی ضرورت نہیں صرف اس قدر عرض کرنا کافی ہے۔ جزاکم اللہ عنا و عن الاسلام خیر الجزاء والسلام مع الاکرام فقط۔

فقیر محمد عبد الباری عفا اللہ عنہ۔ ۲۷ صفر ۱۳۴۳ھ

مولانا حافظ ابراہیم صاحب سیالکوٹی

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ۔ اما بعد۔ حال میں آریوں نے ایک کتاب موسومہ ”رنگیلا رسول“ شایع کی ہے۔ اس کے مصنف نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و فداہ ابی و اُمّی و عرضی و روحی و کل شیٔ عندی کی ذات اقدس کی نسبت بہت نامہذب و دریدہ دہنی کی ہے۔ اُس کے جواب میں شیر اسلام سرخیلِ مناظرینِ زماں۔ سردار اہلحدیث۔ جناب مولانا المکرم مولوی ثناء اللہ صاحب مولوی فاضل امرتسری نے یہ کتاب ”مقدس رسول“ لکھی ہے جواب کی خوبی۔ تحریر کی متانت اور بیان کی خوش اسلوبی محتاجِ بیان نہیں۔ کیونکہ خدا تعالیٰ نے جناب مولانا صاحب کو اسکی قابلیت

خصوصیت سے عطا کی ہے۔ میں تو اُن کے اس کتاب کا نام "مقدس رسول" رکھنے ہی پر قربان ہوں۔ خدا تعالیٰ جناب مولانا کو اس کی جزائے خیر دے اور اُن کے عمل کو قبول فرمائے۔ آپ کی عمر و فیض میں ترقی و برکت بخشے اور لوگوں کو اُس سے متمتع کرے۔"

(از سیالکوٹ - ۱۶ر ستمبر ۱۹۲۴ء)

مولانا محمد مبارک حسین صاحب از میرٹھ

آریوں کی طرف سے جو کتاب موسومہ "رنگیلا رسول" کے نام سے شایع ہوئی - اس کے جواب لکھنے کی طرف میں نے قلم کو متوجہ کیا تھا مگر آج (۱۹ر ستمبر ۲۴ء) کی ڈاک سے شیر پنجاب مولانا ثناء اللہ صاحب کا مرسلہ رسالہ پہنچا۔ رسالہ دیکھنے کے بعد میں نے خیال تبدیل کر دیا کہ اب ضرورت باقی نہیں رہی۔ مولانا نے جس خوبی سے رسالہ تحریر فرمایا ہے اور آریہ کے زہریلے اثر اور بے جا حملوں کی جس قابلانہ طرز اور تحقیق تدقیق سے مدافعت کی ہے وہ محتاج بیان نہیں۔ میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ مولانا ثناء اللہ صاحب کی عزت کی زندگی میں اضافہ فرما کر اسلام کو ان سے نفع پہنچائے۔ آمین

خادم العلماء محمد مبارک حسین محمودی مدرس اول و ناظم مدرسہ دار العلوم جامع مسجد

میرٹھ شہر - ۲۰ر ستمبر ۲۴ء

جناب سید غلام بھیک صاحب
ناظم جمعیۃ مرکزیہ تبلیغ اسلام شہر انبالہ

آریہ سماج کے کارکُن اور پرچارک اسلام اہل اسلام اور پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں جو زہر اُگلتے رہتے ہیں اس کی تازہ مثالوں میں وہ کتاب بھی ہے جس کا نام "رنگیلا رسول" رکھا گیا ہے اور جس کے مصنف کو اپنا نام ظاہر کرنے کی اخلاقی جرأت بھی نہیں ہوئی۔ مولانا ابو الوفا ثناء اللہ صاحب امرتسری دشت مناظرہ کے پُرانے سیاح ہیں۔ یہ کب ہو سکتا تھا کہ مولانا اس کتاب کا جواب نہ لکھتے۔ چنانچہ آپ نے اس کا جواب لکھا اور "مقدس رسول" نام رکھا۔ اس جواب میں گمنام و نقاب پوش معترض کے ہتھکنڈوں کی خوب قلعی کھولی گئی ہے۔ اس جواب کا انداز بیان دلچسپ ہے اور چونکہ گمنام معترض کا مقصد عوام الناس کو دھوکا دینا ہے اس واسطے

لہ آپ بھی جواب لکھئے۔ بلکہ اور علماء بھی لکھیں۔ کیا حرج ہے اسلام کے متعدد جواب نہ ہوئے تھے (مصنف)

مولانا نے بھی جوابات ایسے لکھے ہیں جو نہایت عام فہم ہیں۔ ایسے زہر کا تریاق ایسا ہی ہونا چاہئے تھا زیادہ نیاز والسلام۔ (بندہ غلام بھیک نیرنگ از بمبئی ۔ ۸ ستمبر ۱۹۲۴ء)

مولانا محمد ابوالقاسم سیف محمدی بنارسی

چند دنوں پیشتر ہندو مسلم اتفاق نے وہ شجر باثمر پیدا کیا تھا کہ تعصبات و اختلافات کا نام و نشان باقی نہ رہا تھا۔ خدا جانے اس مبارک شجر میں کس کی نظر بد لگی کہ پھر مشاجرہ شروع ہو گیا اور بقول مہاتما گاندھی "آریہ سماج کی عادت لڑائی و تنگ نظری ہے" آریوں کے پوجنیہ شردھانند جی نے جیل سے باہر آتے ہی شدھی و سنگھٹن کے زہریلے درخت کی آبیاری شروع کی جس نے اتفاق باہمی کے مبارک زمانہ کو خواب و خیال کر دیا اور اس درخت کے کڑوے پھل رسالہ ہائے "رنگیلا رسول" اور "وچتر جیون" وغیرہ کی شکل میں بازار میں آئے خدا جزائے خیر دے مولانا شیر پنجاب کو کہ اُنہوں نے سب سے پہلے اس حملہ کا جواب دیا اور کیا خوب جواب دیا۔ ماشاء اللہ مخالفین اسلام کے مقابل میں آپ کا ملکہ جواب مسلّم ہے اور پھر طرز تحریر نہایت شُستہ جس میں سخت کلامی کا شائبہ تک نہیں ہے اور یہ کچھ اسی رسالہ کے ساتھ مختص نہیں ہے بلکہ آپ کی تمامی تالیفات اسی طرح دل آزاری سے پاک ہیں فجزاہ اللہ خیرا ؎

دعائک یا فخر الاماثل واجب ۔ علیٰ کل ذی فضل بدہر مظلم

(عاجز محمد ابوالقاسم بنارسی)

مولانا عبدالماجد صاحب قادری بدایونی

رسالہ مقدس رسول مصنفہ علامہ ابوالوفاء قبل تکمیل صفحہ ۶۴ تک مطبوعہ پڑھا۔ آریوں کے سفوات پر سکوت بہتر لیکن اُن کے ترہات بلاشبہ بعض اوقات و حالات میں لائق جواب و توضیح جس سے اُن پر اتمام حجت ہو کہ شاید کوئی سعید روح نکلے جو اپنے مزخرفات کی حقیقت جہالت معلوم کر کے حق و صداقت کے قبول کی تڑپ دکھائے وما ذالک علی اللہ بعزیز اور بعض اوقات ناواقفین و غربائے مسلمین میں اُنکے کسر عجب و تفاخر ناروا کا قلع و استیصال مقصود جس سے اُن کا فتنہ مسدود ہو۔ بناءً علیہ ہندوستان کے مشہور مناظر آریہ علامہ ابوالوفا امرتسری نے جس سلاست۔ متانت۔ توضیح۔ تحقیق سے رسالہ "مقدس رسول" لکھا وہ قابل ستائش و لائق امتنان ہے فجزاہ اللہ خیر الجزاء

میرے خیال میں اس کو عوام اور دیہاتی آبادی کے مسلمانوں تک کثرت سے پہنچایا جائے اور اس خدمت اور اشاعت حق کو تمام تبلیغی انجمنیں انجام دیں، اور ثواب تبلیغ و اشاعت حاصل کریں۔

میں سمجھتا ہوں کہ علاوہ مخالف کے دفع توہمات و اعتراضات اور اُس پر قوی تر الزامات و ایرادات کے یہ رسالہ ازواج مطہرات رانِ دواج سرکار عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی مختصر تاریخ بھی ہے اور تعدد ازواج کے فلسفۂ جواز کا بہتر انموذج (نمونہ) بھی + فقط (فقیر عبدالماجد القادری البدیونی)

جناب مولٰنا محمد کفایت اللہ صاحب صدر جمعیۃ العلماء دھلی

بسم اللہ الرحمن الرحیم ٥ الحمد للہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ سید المرسلین والعاقبۃ للمتقین ۔ اما بعد خاکسار نے کتاب مستطاب "مقدس رسول" کے چند صفحات مطالعہ کئے۔ یہ کتاب جناب فاضل علامہ مولانا المولوی ابوالوفاء محمد ثناء اللہ صاحب امرت سری نے ایک آریہ مہاشے کی کتاب "رنگیلا رسول" کے جواب میں لکھکر نہ صرف قومی اور اسلامی فریضہ ادا کیا ہے بلکہ مسلمانوں پر ایک تازہ احسان کیا ہے۔ مولانا ممدوح نے اس سے پہلے بھی مخالفین اسلام کی بہت سی کتابوں کے جواب تحریر فرمائے ہیں جو ملک میں شائع اور مقبول ہو چکے ہیں۔ کتاب کے مطالعہ سے مجھے بہت مسرت ہوئی اول اسلئے کہ جواب نہایت معقول اور مدلل طور پر لکھے گئے ہیں۔ دوم یہ کہ طرز تحریر نہایت مہذب ہے۔ اسلامی اخلاق و اسلامی تہذیب کا پورا لحاظ رکھا گیا ہے۔ سوم اس لئے کہ ناواقفوں کیلئے دھوکا کھانے کا موقعہ نہ رہا اور واللہ لا یھدی کید الخائنین کا مصداق ہو گیا +

حضرت حق جل مجدہٗ سے دعا ہے کہ مولانا موصوف کو تمام مسلمانوں کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے اور اُن کی مخلصانہ سعی کو مشکور اور کتاب "مقدس رسول" کو مقبول اور مسلمانوں کو اس سے بہرہ ور اور طالبین حق کے لئے اس کو ذریعۂ ہدایت بنائے آمین رب العٰلمین + (خاکسار محمد کفایت اللہ غفر لہٗ)

اطلاع } باقی تقریظات (آراء) آئندہ درج ہونگی۔ انشاءاللہ۔ (مصنف)

فہرست مضامین رسالہ مقدّس رسول

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
دُعا بدرگاہِ خُدا	۱	حضرت ماریہ	۵۹
دیباچہ (وجہ تالیف - آریوں کی دل آزار تحریروں کی تفصیل)	۲-۹	رنگیلے مصنّف کا بنا رنگ .... (قصہ تحریم ماریہ)	۶۲
آریوں میں طرزِ نکاح	۱۰	تعدد ازواج	۶۵
تمہیدِ جواب	۱۱	محمد بیویوں والا	//
مجمل جواب	۱۵	مہاشہ کی تاریخ دانی	۶۸
مفصّل جواب		ہماری دریا دلی	۶۹
حضرت خدیجہ	۱۸	دیانند ویدوں والا ...... (سوامی دیانند کی نسبت ہندوؤں کی رائے)	۷۰
حضرت عائشہ	۲۳	سوامی دیانند قاطع نسل اور مغلوب الغضب تھے	۷۴
شردھانند کی اخلاقی موت .. (دہلی کا اشتہار)	۲۹	مناجات بدرگاہ مجیب الدعوات	۷۶
حضرت زینب	۴۱	اِسلامی شجر	۷۷
بہتان نئے رنگ میں ... حضرت ریحانہ	۵۳	نظم متعلقہ اسلامی شجر	۷۸
حضرت صفیہ	۵۷		
حضرت اُمِّ حبیبہ	۵۸		
حضرت میمونہ	۵۹		

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

مقدس رسول

دعاء بدرگاہِ خدا

اے خدا! اے آسمان و زمین کے مالک! اے خالق ارض و سما۔ اے ذوالانتقام قدوس خدا۔ اے سچوں کے حامی اور ناصر غیور خدا تیرے قابلِ عزت مقدس رسول کی توہین اور سخت ہتک ہو رہی ہے۔ تو اپنی رحمت سے پردہ پوشی کر رہا ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ آخر کار تو اپنے پیاروں کی مدد اور عزت ظاہر کریگا جیسی تو ہمیشہ سے کرتا آیا ہے۔ اور جیسا تیرا وعدہ ہے۔ اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا۔ اے قادر و توانا خدا! ہمارا ایمان ہے کہ اصل مدد اور نصرت وہی ہے جو تو کریگا۔ ہم ناتوان ضعیف البنیان ہیں تو جانتا ہے کہ ہم کمزوروں سے یہی ہو سکتا ہے کہ ہم قلم اٹھا کر (وہ بھی تیری ہی مدد سے) جواب لکھیں (وہ بھی تیرے سمجھانے سے) لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِکَ۔

پس ہماری دعا ہے کہ تو اس مقدس کام میں ہماری مدد کر اور اس بہت ہی حقیر عمل کو قبول فرما اور اپنی مخلوق کو اس سے فائدہ پہنچا کر گمراہی سے بچا۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ

داعے

خادم دین اللہ

ابو الوفاء ثناء اللہ

محرم سنہ ۱۳۴۳ھ

اگست سنہ ۱۹۲۴ء

امرتسر

(دیباچہ)

پہلے مجھے دیکھئے

آریوں کی دل آزار تحریر و تقریر سُنکر لوگ حیران ہیں کہ یہ لوگ مذہبی گفتگو میں کیوں اتنی تیز مزاجی اور سخت کلامی کرتے ہیں۔ ہمارے نزدیک اس کا جواب یہ ہے کہ جس طرح باپ کا اثر بچے کی جسمانی حالت پر ہوتا ہے۔ اُسی طرح اُستاد گرو اور پیر کا اثر اخلاق اور روحانیت پر ہوتا ہے۔ سوامی دیانند نے کتاب ستیارتھ پرکاش وغیرہ میں جو روش اختیار کی ہے اُس کے دو تین نمونے ہم بتاتے ہیں۔ ناظرین خصوصاً غیر جانبدار ناظرین غور سے پڑھیں:۔

قرآن مجید کی تردید میں سوامی جی نے اپنی کتاب ستیارتھ میں ایک باب خاص لکھا ہے جس میں **بسم اللہ** سے لیکر **والناس** تک اعتراض کرتے گئے ہیں۔ اُن اعتراضوں کے ضمن میں حضور سید الانبیاء علیہ السلام بلکہ خود خدا کا خاص الفاظ میں ذکر کرتے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں:۔

(۱) واہ واہ دیکھو جی مسلمانوں کا خدا شعبدہ بازوں کی طرح کھیل کر رہا ہے۔

(۲) واہ جی محمد صاحب! آپ نے تو گوکلئے گوسائیوں کی ہمسری کر لی۔

(۳) ثابت ہوتا ہے کہ محمد صاحب بڑے شہوت پرست تھے۔

(معاذ اللہ)

(ستیارتھ پرکاش[+] باب ۱۴۔ نمبر ۴۳۔ ۸۶۔ ۱۲۸)

سوامی جی کی سخت کلامی مسلمہ ہے یہانتک کہ اُن کے سوانح نویس چیلوں کو بھی تسلیم ہے چنانچہ اُن کی سوانح عمری کلاں کے دیباچہ میں لکھا ہے:۔

ایک روز شاستر وکھیان (تقریر) میں شری سوامی (دیانند) جی مہاراج پورانوں کی اسمبھو (ناممکن) باتوں کا کھنڈن (رد) کرتے کرتے ان کی اخلاقی تعلیم کا کھنڈن کرنے لگے۔ اس وقت پادری سکاٹ۔ مسٹر ریڈ کلکٹر ضلع اور مسٹر ایڈورڈس صاحب کمشنر قسمت مع پندرہ بیس انگریز صاحبان رونق افروز تھے۔ سوامی جی پورانکوں کی پنچ کنواریو

+ اس کتاب کا جواب حق پرکاش عرصہ سے ہماری طرف سے شایع ہے۔ قیمت عمہ/ (مصنف)

کا ذکر کرتے ہوئے ایک ایک وصف بیان کرنا شروع کئے اور پورانکوں (ہندؤوں) کی عقل پر افسوس کیا کہ دروپدی کو پانچ خصم کرا کے اسے کماری قرار دینا اور اس طرح کنتی، تارا۔ مندودری وغیرہ کو کماری کہنا پورانکوں کی اخلاقی تعلیم کو ناقص ثابت کرتا ہے۔ سوامی جی کا طرز بیان ایسا پُر مذاق تھا کہ سامعین تھکنے کا نام نہیں جانتے تھے۔ اس پر صاحب کلکٹر اور صاحب کمشنر وغیرہ انگریز ہنستے اور خوشی کا اظہار کرتے رہے۔ لیکن اس مضمون کو ختم کر کے سوامی جی مہاراج بولے "پورانیوں کی تو یہ لیلا ہے اب کرانیوں کی لیلا سنو۔ یہ ایسے بھرشٹ (ناپاک) ہیں کہ کماری کے بیٹا پیدا ہونا بتلاتے ہیں اور پھر دوش (گناہ) سروگیہ شدہ سوروپ پرماتما (بے عیب خدا) پر لگاتے ہیں اور ایسا گھور پاپ کرتے ہوئے تنک بھی لجت نہیں ہوتے"۔ اتنا کہنا ہی تھا کہ صاحب کلکٹر اور صاحب کمشنر کے چہرے مارے غصے کے سرخ ہو گئے۔ لیکن سوامی جی نے کھیان اسی زور شور سے جاری رکھا۔ اُس روز عیسائی مت کا ویاکھیان کے خاتمے تک کھنڈن کرتے رہے۔ دوسرے روز صبح کو ہی خزانچی لکھشمی نارائن کی صاحب کمشنر بہادر کی کوٹھی پر طلبی ہوئی۔ صاحب بہادر نے فرمایا کہ اپنے پنڈت صاحب کو کہہ دو کہ بہت سختی سے کام نہ لیا کریں۔ ہم عیسائی لوگ تو مہذب ہیں، ہم تو بحث مباحثہ میں سختی سے نہیں گھبراتے لیکن اگر جاہل ہندو اور مسلمان برافروختہ ہوئے تو تمہارے سوامی پنڈت کے ویاکھیان بند ہو جائینگے"۔

(سوانحمری کلاں دیباچہ صفحہ ۶)

اس لئے آریہ سماجی آج کل جو کچھ تیز کلامی کرتے ہیں وہ سوامی جی کی زہریلی تعلیم کے اثر سے کرتے ہیں۔ کیوں؟ ؎

ما ہر بداں رو بسوئے صلح چوں آریم چوں   رو بسوئے فتنہ و پیکار دارد پیر ما

سوامی جی کی تیز مزاجی اور تلخ کلامی کی کڑواہٹ ہم مسلمانوں ہی کو محسوس نہیں ہوئی بلکہ ہندوستان کے مقبولہ لیڈر صوفی مشرب مرنج و مرنجاں کے نمونہ مہاتما گاندھی نے بھی سوامی دیانند کی کتاب (ستیارتھ پرکاش) کی نسبت لکھا ہے:۔

سوامی دیانند نے اسلام اور دیگر مذاہب کی غلط تصویر دکھائی ہے۔ انکی کتاب ستیارتھ پرکاش بڑی مایوس کُن ہے" (ینگ انڈیا ۲۹ مئی ۱۹۲۴ء ماخوذ از آریہ اخبار پرتاپ لاہور مورخہ ۴ جون ۱۹۲۴ء)

سوامی دیانند کے علاوہ گاندھی جی نے موجودہ آریوں کی نسبت بھی اظہار رائے فرمایا کہ "آریہ سماجی تنگ نظری اور لڑائی کی عادت کی وجہ سے یا تو دیگر مذاہب کے لوگوں سے لڑتے رہتے ہیں اور اگر ایسا نہ کر سکیں تو آپس میں ایک دوسرے سے لڑتے جھگڑتے رہتے ہیں" (پرتاپ ۴ جون)

بس پھر کیا تھا جو دعویٰ گاندھی جی نے زبانی کیا تھا۔ آریوں نے اس کی دلیل بیان کردی یعنی سماج کی چاروں طرف سے مہاتما گاندھی پر آوازے کسے گئے۔ ویدک دھرم سے جاہل۔ مسلمانوں کا خوشامدی وغیرہ کہا گیا +

اس کے بعد ہندوستان کے ایک سر برآوردہ نیم سرکاری انگریزی اخبار پائنیر میں ایک نوٹ نکلا جس کا ترجمہ یہ ہے

مسٹر گاندھی اور آریہ سماج کے باہمی اختلاف کا حوالہ دیتے ہوئے ٹائمز آف انڈیا رقمطراز ہے کہ مسٹر گاندھی نے یہ ایک عام سچی بات کہی ہے کہ آریہ سماجی اس قومی مخاصمت کے جو اب ملک میں پھیل رہی ہے بڑی حد تک ذمہ دار ہیں اور اس نے دو ایک سماجیوں کے نام بھی لئے ہیں جنہوں نے اس تحریک میں رہنمائی کی ہے۔ ہر ایک شخص یہ جانتا ہے کہ مسٹر گاندھی نے اپنے اظہار میں اصلی معاملہ سے زائد نہیں کہا جھگڑے کی بنا تحریک شدھی سے شروع ہوتی ہے جو سماجیوں نے یو۔پی (آگرہ وغیرہ) میں ایک سال کا عرصہ ہوا جاری کی تھی اور قریباً سب جھگڑوں میں جو دونوں قوموں کے درمیان ہوئے سماجیوں کے کارناموں کی کھوج ملتی ہے۔ بعض سماجی مثلاً سوامی شردھانند کہتے ہیں کہ وہ مسلمانوں کے خلاف کچھ نہیں کرتے بلکہ صرف ہندوؤں کی حالت کو مضبوط کرتے ہیں تاکہ ہندو اور مسلمان دونوں برابر کی حالت میں بیخوف رہیں۔ دوسروں نے علانیہ مسلمانوں کے برخلاف تقریریں کیں۔ چاہے سماجی رہنماؤں کا مقصد مسلمانوں کو ڈرانا یا ان کو محبت سے مطیع کرنا ہو یہ ہر ایک معلوم ہے کہ اُنکی اس جدوجہد سے مسلمان

سخت برانگیختہ ہوئے اور اس بات سے سماجی بھی مطلع ہیں۔ مسٹر گاندھی کے بیان نے نکتہ چینیوں کا ایک طوفان برپا کر دیا ہے۔ تمام ہندوستان میں سماجی مسٹر گاندھی کے خلاف بڑے زور سے احتجاج کر رہے ہیں۔ مگر ان کا یہ احتجاج بے ریا اور خالص نہیں معلوم ہوا۔ کیونکہ سماجی اور دیگر ہر ایک کو اس بات کا علم ہے کہ اُن کا یہ تبلیغی کام مسلم حلقوں میں کس طرح دیکھا جاتا ہے۔"

(پائنیر الہ آباد مورخہ ۲۳ جون صفحہ ۱۴۔ کالم ۳)

جب اس پر بھی سماجیوں کا جوش و خروش ٹھنڈا نہ ہوا تو بحکمِ الٰہی

شَهِدَ شَاهِدٌ مِنْ أَهْلِهَا

(خدا نے آریوں ہیں کا ایک معتبر گواہ پیدا کر دیا جس نے مہاتما جی کی تائید کی یعنی پنجاب کے بہت بڑے لیڈر لالہ لاجپت رائے جی نے سوئٹزرلینڈ (یورپ) سے ایک مضمون اپنے اخبار بندے ماترم لاہور میں شایع کرایا جس کا اقتباس یہ ہے:۔

"میں ۱۸۸۲ء کے نومبر میں آریہ سماج کا ممبر بنا اور ۱۹۲۰ء میں میں نے اپنا تعلق ایک گونہ علیحدہ کر لیا میں اپنے ۳۸ سال کے اندرونی تجربہ سے یہ کہ سکتا ہوں کہ مہاتما گاندھی نے آریہ سماجیوں پر جو نکتہ چینی کی ہے۔ وہ ان کی محبت پر دلالت کرتی ہے اس میں بہت کچھ سچائی ہے۔ آریہ سماجیوں پر واجب ہے کہ بجائے خفگی کے رزولیوشن پاس کرنے کے شانتی اور ٹھنڈے دل سے اس پر غور کریں۔"

(ماخوذ از آریہ گزٹ لاہور ۷ر اگست ۱۹۲۴ء)

گاندھی جی نے غضب پر غضب یہ کیا کہ یہ بھی لکھ دیا کہ

اسلام جھوٹا مذہب نہیں ہے۔ ہندوؤں کو بھگتی کے ساتھ اس کا مطالعہ کرنا چاہیئے پھر وہ اس کے ساتھ محبت کرینگے جس طرح میں کرتا ہوں۔"

(ترجمہ ینگ انڈیا در پرتاپ ۴ جون)

بس پھر کیا تھا آریوں نے گاندھی سے فرصت پاکر اسلام اور پیغمبر اسلام پر حملے شروع کر دیئے۔ اُن حملوں ہیں سے ایک حملہ کتاب کی صورت میں ہے جس کا نام ہے "رنگیلا رسول" اس کتاب

لے گھر کے بھیدی نے گواہی دی۔

میں حضرت سیدالانبیاء علیہم السلام کے خانگی حالات ایسے بُرے لہجہ اور بدترین دل آزاری سے لکھے کہ ملک میں دھوم مچ گئی۔ یہاں تک کہ مہاتما گاندھی جیسے نرم مزاج اور حلیم سلیم بزرگ نے بھی اس کتاب پر اظہار نفرت فرمایا۔ گورنمنٹ نے اس کتاب کو قابل اعتراض جانا۔ مگر چونکہ بزدل مصنف نے کتاب پر اپنا نام درج نہیں کیا تھا۔ اس لئے گورنمنٹ نے اس کتاب کے شائع کرنے والے پر مقدمہ چلایا۔ گورنمنٹ کا جو فرض تھا اُس نے ادا کیا۔ اصل مضمون کا جواب دینا حکومت کا کام نہیں بلکہ ہم مسلمانوں کا ہے۔ اس لئے جس طرح گورنمنٹ نے اپنا فرض ادا کیا ہے۔ ہم بھی اپنا مذہبی فرض ادا کرتے ہیں یعنی جواب دیتے ہیں تاکہ مسلمانوں کے زخمی دلوں پر مرہم لگ کر تسکین ہو اور ملک میں چین اور راحت پیدا ہو۔

تعصب اور بیجا حمایت

باوجودیکہ کتاب مذکور اعلیٰ درجہ کی نامہذب اور دل آزار ہے تاہم آریہ اخبار اس کی مدح سرائی میں اپنا سارا ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں۔ چنانچہ آریہ سماج کی حمایت کا واحد ٹھیکہ دار اخبار پرتاپ لاہور لکھتا ہے:۔

"رنگیلا رسول پر فضول چیخ پکار۔ معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے مسلمان دوست مہاتما گاندھی کو آریہ سماج کے خلاف کرنے میں ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے ایک نہایت بے ضرر کتاب رنگیلا رسول کے خلاف کہ جس میں حضرت محمد صاحب کی زندگی پر سرسری نظر ڈالی گئی ہے۔ مہاتما گاندھی سے اعلان نکلوایا ہے۔ ہم دعوے سے کہتے ہیں کہ اس کتاب (رنگیلا رسول) کا طرز تحریر ایسا شریفانہ اور معقول ہے کہ کسی بے تعصب شخص کو اس پر اعتراض نہیں ہو سکتا۔"

(پرتاپ ۲۶ رجون ۱۹۲۴ء صفحہ ۲)

اسلامی اخباروں نے رسالہ مذکور پر جب اظہار نفرت کیا تو اسی آریہ سماجی اخبار نے اس قسم کے تلخ رسالے لکھنے کی وجہ استحقاق بتائی کہ

"اگر بدھ۔ عیسیٰ۔ نانک اور دیانند پر نکتہ چینی کی جا سکتی ہے۔ تو کوئی وجہ نہیں کہ محمد اس سے بالاتر ہو۔ کوئی بھی ہندو یا آریہ حضرت کے متعلق کسی قسم کی بے ادبی اپنے ذہن میں نہیں لا سکتا۔ ہاں وہ اس اصول کے لئے لڑینگے کہ حضرت کی زندگی

نکتہ چینی سے بالاتر نہیں۔ مسلمانوں کا کوئی حق نہیں کہ جب کبھی غیر مسلم اس مضمون پر قلم اُٹھائے تو وہ آپے سے باہر ہو کر اُسے کچلنے کی کوشش کریں۔"

(پرتاپ ۱۲ جولائی ۱۹۲۴ء صفحہ ۲۔ کالم ۲)

غالباً اسی اصول سے دیو سماجیوں نے لاہور سے دیانندجی کے حالات کی پوری تنقید کرنے کو چند ٹریکٹ (آریہ سماج کے بانی دیانند کی زندگی وغیرہ مصنفہ امر سنگھ مطبوعہ اکتوبر ۱۹۱۶ء وغیرہ) شایع کئے تھے جن کا جواب آریوں سے نہ ہو سکا۔ یا ہم نے نہیں دیکھا۔ ہمارا حق تھا کہ اسی اصول کے ماتحت ہم اُن میں سے نمونہ دکھاتے۔ مگر ہم مجبور ہیں اُسی رسول کی تعلیم کی پابندی میں جس نے ہمیں فرعون جیسے دشمن کو تبلیغ کرتے ہوئے حکم دیا ہے

قُوْلَا لَہٗ قَوْلًا لَّیِّنًا

(تبلیغ دین میں سخت ترین دشمن کے سامنے بھی نرم کلام کیا کرو) ؎

گفتگو آئین درویشی نہ بود ورنہ باتو ماجراہا داشتیم

اب ہم رنگیلے مصنف کا رویہ بتانے کو ایک مثال پیش کرتے ہیں جس سے اُسکے حمایتیوں کو معلوم ہو سکے کہ مصنف مذکور نے حضور علیہ السلام کی زندگی کے حالات پر صرف نکتہ چینی نہیں کی بلکہ نکتہ آفرینی سے بھی کام لیا ہے۔ جس سے آریوں (مصنف اور اُس کے حامیوں) کی تہذیب اور انصاف کا حال معلوم ہو سکیگا۔ مہاشہ جی حضرت خدیجہؓ کے نکاح کی بابت لکھتے ہیں:۔

محمد بچپنے میں یتیم ہو گئے تھے بہت مدت تک ماں کی ممتا کا سُکھ نہ دیکھا تھا۔ اس سن رسیدہ عورت (خدیجہ) سے بیاہ کر لینے سے دو نومرادیں (ماں اور بیوی کی) حاصل ہوئیں۔" صفحہ ۱۱۔

ناظرین! ان مہذبوں کی تہذیب کا اندازہ لگائیں کہ کن دل شکن الفاظ میں آنحضرتؐ کی بیوی حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کو ایک معنی سے آنحضرت کی ماں بتاتا ہے یہ آرین تہذیب کا نمونہ اور یہ ہے ان کی حمایت حق کی مثال (عَلَیْہِمْ مَا یَسْتَحِقُّوْنَہٗ)

سماجیو! تم تو اپنے منہ سے بڑی تہذیب کے دعویدار ہو اور کہا کرتے ہو کہ ہم وہی بات کہتے ہیں جو اسلامی کتابوں میں درج ہے۔ کیا اس بیہودہ مثال کا ثبوت بھی تم کسی اسلامی

کتاب میں دکھا سکتے ہو؟ تُف اے چرخ گردوں تُف۔

دوسرا رسالہ رنگیلا رسول کے علاوہ اُسی قسم کا زہریلا ایک رسالہ وچتر جیون مصنفہ پنڈت کالی چرن ناگری میں شائع ہوا۔ جس کا ذکر بھی موقع بموقع ہوگا۔

مسلمانوں سے خطاب برادران اسلام! آجکل جو کچھ کلمات ناشائستہ آپ لوگ اسلام اور پیغمبر اسلام علیہ السلام کی شان والاشان میں سنتے ہیں۔ ان سے رنجیدہ خاطر ہونا لازمی ہے مگر ایک معنی سے یہ جاءِ مسرت بھی ہیں وہ یوں کہ مخالفوں کی بدزبانی اور دل آزاری سے قرآن مجید کی ایک پیشگوئی کی تصدیق ہوتی ہے۔ پس آپ غور سے سنئے ارشاد ہے۔

وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا اَذًى كَثِيْرًا (پارہ ۱۰۔ ع ۴)	تم لوگ مخالفان اور منکران اسلام سے سخت سخت باتیں سنو گے۔

یعنی مخالفین اسلام تمہارے اور تمہارے مذہب کے حق میں سخت سے سخت بدگوئی کرینگے جو تم ہمیشہ سنو گے۔

یہ تو ہے پیشگوئی مگر تم مسلمانوں کا اس وقت فرض کیا ہوگا وہ بھی سُن لو۔

وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ (پارہ ۱۰۔ ع ۴)	اگر تم مسلمان (انکی سخت کلامی سُنکر) صبر کرو گے اور خدا سے ڈرتے رہو گے تو یہ بڑا بھاری اور خدا کے نزدیک پسندیدہ کام ہوگا۔

پس برادران اسلام! آپ لوگوں کو جو ایسی سخت کلامی سے رنج ہوتا ہے تو اس رنج میں اس خدائی حکم کو اپنا نصب العین بنا لیا کریں اور سخت کلامی کرنیوالوں کو خدائے ذوالانتقام کے حوالہ کردیا کریں۔ سچ تو یہ ہے ؎ درعفو لذتیست کہ در انتقام نیست۔

آریہ مصنف کا طرز کلام جب سے سوامی دیانند نے آریوں کو درشت کلامی اور دل آزاری کی گھٹی دی ہے۔ آریہ سماجی اُسی رنگ میں رنگے گئے ہیں خاصکر ہمارے سردار حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کی شان والاشان میں ان کی یہ حالت ہے کہ صرف مفرد کے صیغے سے یاد کرتے ہیں۔ مثلاً محمد آیا۔ محمد گیا۔ محمد بولا وغیرہ۔ حالانکہ کسی

ادنی راجہ نواب بلکہ کسی سماج کے پردہان کا ذکر بھی عزت سے کرتے ہیں۔ لیکن کروڑہا بلکہ شروع سے آجتک اربہا انسانوں کے معزز ترین عزیز از جان مذہبی پیشوا کا نام ایسے الفاظ سے لیتے ہیں کہ سُنا نہیں جاتا۔ اس کے جواب میں اگر ہم بھی ان کے گرو کو محض دیانند کے مفرد لفظ سے یاد کرتے تو ہم پر کوئی اعتراض نہ ہوتا۔ لیکن ہم نے نہ کبھی پہلے ایسا کہا ہے نہ اس جواب میں کرینگے۔ کیوں؟ اس لئے کہ ہم جس رسول سید البشر کی وجہ سے خفا ہیں۔ اُسی کی تعلیم ہے کہ

انزلوا الناس منازلهم (الحدیث) | "ہر انسان سے اسکی عزت کے لائق برتاؤ کیا کرو۔"

یعنی جو کسی قوم کا بڑا ہے اُس کے ساتھ بڑوں کا سا سلوک کیا کرو۔ آریہ سماجی اگر اس اخلاقی تعلیم پر عمل نہیں کرتے تو وہ اس کے ذمہ وار ہیں۔ ہم کیوں اپنے سردار کے حکم کی خلاف ورزی کریں

محمد اور سوامی

پس آئندہ کو ہم اُس اعلیٰ معلم الاخلاق مصلح اعظم پیغمبر اسلام علیہ السلام کی تعلیم کی پابندی میں دیانند کو صرف دیانند نہیں لکھینگے بلکہ اپنے دستور کے موافق اُن کے معزز لقب سے سوامی دیانند لکھینگے۔ تاکہ ثابت ہو کہ اسلام کے پیرو نے دنیا میں اخلاقی تعلیم کس معراج کمال تک پہنچائی ہے (اَرْوَاحُنَالَهُ الْفِدَاءُ) اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلِّمْ +

آریوں میں طرزِ نکاح

رنگیلے مصنف کے سارے اعتراضات حضور علیہ السلام کی خانگی زندگی پر ہیں۔ اس لئے سب سے مقدم آریوں اور اسلام کی تعلیم نکاح کو دیکھنا ہے کہ ان دونوں میں کیا فرق ہے۔ کون نہیں جانتا کہ اسلام میں نکاح کا یہی طریق ہے کہ مرد۔ عورت کی مرضی سے دونو نکا معاہدہ کیا جاتا ہے کہ تم ایک دوسرے سے عمر بھر پاک نباہ کرنا۔ اگر کوئی فریق (مرد ہو یا عورت) نکاح کرنے میں ناراض ہو تو نکاح نہ ہوگا۔ برخلاف اس کے آریوں کے گرو کی تعلیم یہ ہے:۔

| بیاہ کی آٹھ قسمیں | بیاہ آٹھ قسم کا ہوتا ہے۔ ایک براہم۔ دوسرا دیو۔ تیسرا آرش۔

چوتھا پرجاپت۔ پانچواں آسُر۔ چھٹا گاندھرب۔ ساتواں راکشس۔ آٹھواں پشاچ۔ ان بیاہوں کی یہ تفصیل ہے کہ (۱) دولہا دولھن دونو مکمل برہمچریہ سے پورے فاضل دھارمک اور نیک سیرت ہوں۔ اُن کا باہم رضامندی سے بیاہ ہونا براہم کہلاتا ہے (۲) بھاری یگ کرنے میں یگ کا کام کرتے ہوئے داماد کو زیور پہنی ہوئی لڑکی کا دینا دیو (۳) دولھا سے کچھ لیکر بواہ ہونا آرش (۴) دونو کا بیاہ دھرم کی ترقی کے لئے ہونا پرجاپت (۵) دولھا اور دولھن کو کچھ دیکر بیاہ کرنا آسُر (۶) بیقاعدہ بے موقع کسی وجہ سے دولھا دُلھن کا بامرضی باہم میل جول ہونا گاندھرب (۷) لڑائی کر کے جبراً یعنی چھین چھپٹ یا فریب سے لڑکی کو حاصل کرنا راکھشس (۸) خُفتہ (سوئی ہوئی) یا شراب پی ہوئی پاگل لڑکی سے بالجبر ہمبستر ہونا پیشاچ بیاہ کہلاتا ہے۔

ان سب بیاہوں میں براہم بیاہ سب سے افضل۔ دیو۔ آرش۔ اور پرجاپت متوسط آسُر اور گاندھرپ ادنے۔ راکھشس مذموم اور پیشاچ نہایت مکروہ ہے۔"

(ستیارتھ پرکاش صفحہ ۱۱۸۔ باب ۴۔ نمبر۱۴)

یہ الفاظ ہم نے اردو ستیارتھ پرکاش طبع اول سے نقل کئے ہیں۔ طبع چہارم میں آریوں نے ایک کمال کیا ہے۔ شروع میں یہ الفاظ بڑھا دیے ہیں:۔

"بیاہ (اولاد پیدا کرنے کا طریق) آٹھ قسم کا ہوتا ہے۔"

یہ زیادتی بھی ہمیں مضر اور اُن کو مفید نہیں بلکہ ہمیں مفید ہے۔ اگرچہ سوامی جی نے نمبر(۷) اور نمبر(۸) کو مذموم اور نہایت مکروہ لکھا ہے۔ لیکن اتنا تو مانا ہے کہ عقد نکاح ہو جاتا ہے۔ اور اولاد جو ان دو قسموں سے پیدا ہو گی جائز وارث کہلانے کی مستحق ہے۔

ناظرین! غور کیجئے۔ کس قدر حیا سوز اور خطرناک تعلیم ہے۔ کسی کی معصومہ لڑکی کو جبرًا یا فریب سے چھین کر یاد ہو کہ فریب سے شراب پلا کر عقد نکاح کر لیں تو بشہادت سوامی جی عقد جائز ہو گا۔ گو مکروہ اور ناپسند کہا جائے۔ لیکن بیوی بنا کر اُس مظلومہ لڑکی کو رکھنے کا حق تسلیم ہے اور اس سے پیدا شدہ اولاد جائز ہو گی (اُف رے ظلم!!!) (نمبر ۶۔ بھی خاص قابل غور ہے جو بلا شبہ جائز ہے) آریوں کی خانگی زندگی کی ابتدا دکھا کر ہم اصل جواب پر آتے ہیں +

تمہیدِ جواب

رنگیلے مصنف نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی پچیس سالہ زندگی کو برہمچریہ (پاک) زندگی کہکر بھی ایک خفیہ سی چوٹ کی ہے۔ چنانچہ اُس کے الفاظ یہ ہیں:۔

ہم اول اول ایک نظر محمد کے زمانہ تجرد پر ڈالنا چاہتے ہیں کیونکہ دنیا میں ایسے بوسیدہ دماغ لوگ ہیں خواہ مخواہ بھلے مانسوں کے عادات پر۔ اعمال پر۔ اقوال پر شک کرتے ہیں۔

ہم محمد کو برہمچاری مانتے ہیں۔ کیونکہ اُس نے اِس بارے میں اپنی شہادت آپ دے رکھی ہے۔ ایک مقام پر آپ فرماتے ہیں:۔

ایک رات میں ایک قریشی لڑکے کے ساتھ مل کر ریوڑ چرا رہا تھا میں نے اُس لڑکے سے کہا کہ اگر تو ریوڑ کی پاسبانی کرے۔ تو میں جاؤں اور جس شغل میں نوجوان رات کا وقت گزارتے ہیں۔ میں بھی گزار آؤں۔

یہ کہکر محمد مکے چلا گیا۔ مگر وہاں ایک شادی کی دعوت نے اس کی توجہ اپنی طرف مبذول کر لی اور اُسے نیند آ گئی۔

ایک اور رات وہ پھر اسی ارادے سے مکے پہنچا۔ مگر بہشت کے نغموں نے اُس کے

دل کو مسحور کر لیا۔ وہ وہیں بیٹھ گیا اور سوتے سوتے صبح کر دی۔
محمد کہتا ہے کہ اِن دو واقعات کے بعد میرا دل بُرائی کی طرف نہیں بڑھا۔
(حیات محمدی مؤلفہ میور صاحب)

ہمیں محمد کے قول پر اعتبار ہے۔ کیونکہ اُسے "امین" کہا گیا ہے۔ ہم مانتے ہیں کہ اُس کا دل گناہ کے شائبہ سے بری تھا۔ دو دفعہ اُسے شیطان نے گمراہ کیا مگر تائیدِ غیبی شاملِ حال ہوئی اور ہمارا رنگیلا رسول اس چاہِ گمراہی سے بال بال بچ گیا۔ کم از کم اُس نے عملاً گناہ نہیں کیا"۔ (صفحہ ۲۷)

اس بیان میں سر ولیم میور کے حوالہ میں مہاشہ نے سخت خیانت کی ہے۔ پہلے ہم سر موصوف کی اصل عبارت نقل کرتے ہیں۔ میور صاحب نے ایک سُرخی مقرر کی ہے:۔

"محمد کی باوقار و باتمکین و پرہیزگارانہ جوانی"

اس معزز عنوان کے نیچے اُن کی ساری عبارت پڑھئے جس کے الفاظ یہ ہیں:۔

All the authorities agree in ascribing to the youth of Mohamet a correctness of department and purity of manners, rara among the people of Macca. (2) His modesty is said to have been miraculously preserved:- (3) "I was engaged one night" (so runs a tradition from the Prophet) "feeding the flocks in company with

(ترجمہ) (۱) جوانی کی عمر میں محمد (صلعم) کے برتاؤ (اخلاق) کی راستی اور عادات کی طہارت کے بیان کرنے میں جو مکہ کے لوگوں میں نہایت کمیاب تھی۔ سب مصنف متفق ہیں (۲) اُنکی شرم وحیا اعجازی طور پر بیان کیجاتی ہے۔ (۳) پیغمبر صاحب (صلعم) سے ایک روایت یوں ہے، کہ مَیں ایک رات ایک قریشی لڑکے کے ساتھ بکریوں کا گلہ چرا رہا تھا (۴) میں نے اُس لڑکے سے کہا۔ اگر تم میرے گلّہ کی

a lad of Coreish. (4) And I said to him, if thou wilt look after my flock, I will go into Mecca and divert myself there, as youths are wont by night to divert themselves". (5) But no sooner had he reached the precincts of the city, than a marriage feast engaged his attention, and he fell asleep. (6) On another night, entering the town with the same intentions, he was arrested by heaven by strains of music, and sitting down, he slept till morning. (7) Thus he again escaped temptation; (8) And after this, added Mohamet, "I no more sought after vice; even untill I had attained into the prophetic office".

حفاظت کرو تو میں مکہ میں جاکر اپنا دل بہلاؤں جس طرح کہ نوعمر لڑکے رات کو اپنے دل بہلانے کے عادی ہیں۔ (۵) لیکن جونہی کہ آپ شہر کے حدود تک پہنچے۔ تو ایک برات کی تقریب نے آپ کی توجہ کو اپنی طرف پھیر لیا اور آپ سو گئے (۶) پھر ایک اور رات کو آپ شہر میں اسی ارادے سے داخل ہوئے تو آپ پاک نغموں کی وجہ سے باز رکھے گئے۔ آپ نیچے بیٹھ گئے اور صبح تک سوئے رہے۔ (۷) اس طرح پھر بھی آپ خواہش سے بچے رہے۔ (۸) اس کے بعد (محمدؐ صلعم کا قول ہے) میں نے پھر کبھی بھی بُرائی کا قصد نہیں کیا۔ یہاں تک کہ میں منصب نبوت پر پہنچایا گیا۔

سرمیور صاحب کی یہ انگریزی عبارت اور اُس کا ترجمہ ہے۔ حضور علیہ السلام کی پاک زندگی کا صاف صاف اعلان کر رہے ہیں تاہم دشمن کی دہان بندی کیلئے ہم اس کی مزید توضیح کرتے ہیں۔

عرب میں مجالس ہوتی تھیں۔ جیسے آجکل شایستہ ملکوں میں کلب ہوتے ہیں۔ لوگ رات کے وقت وہاں بیٹھ کر شعروشاعری کرتے اور ملکی واقعات کا ذکر کیا کرتے تھے۔ اس رسم کا ثبوت کتاب "بلوغ الارب فی احوال العربُ" سے ملتا ہے۔ میور صاحب نے اس مقام پر خود تاریخ طبری کا حوالہ دیا ہے۔ تاریخ طبری کو دیکھیں تو اس کی جلد دوم میں یہ الفاظ ملتے ہیں۔

حتی ادخل مکۃ فاسمر بہا کما یسمر الشباب (صفحہ ۱۹۶)

یعنی حضورؐ نے اُس اپنے ساتھی لڑکے کو کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ مکہ میں جاؤں اور اس طرح باتیں کروں اور حکایتیں سنوں جس طرح جوان لڑکے سنتے ہیں۔

یہ الفاظ مدعا کو بالکل صاف کر رہے ہیں کہ مکہ میں جانے سے مراد حضور کو کوئی بُرا ارادہ نہ تھا۔ جیسا کہ مخالف نے اشارہ کیا ہے بلکہ ملکی رسم کے مطابق ایک معمولی کام تھا۔ لیکن چونکہ حضورؐ کے اوقات گرامی شروع ہی سے ایسے معمولی کاموں میں صرف نہ ہوتے تھے چنانچہ ہماشہ مخالف بھی مانتا ہے:۔

"محمد تنہائی پسند آدمی تھا۔ خیالات کی دنیا میں مست رہتا پہاڑوں میں صحراؤں میں۔ میدانوں میں۔ نخلستان میں خلوت کے گوشے میں جا بیٹھتا اور اپنے دل سے باتیں کیا کرتا تھا" (رنگیلا صفحہ ۱۲)

اس لئے حضور علیہ السلام نے اُس معمولی کام کو بھی جو ملکی رسم کے مطابق ہر طرح جائز تھا بلکہ آجکل بھی لائبریریوں میں بصورت اخبار بینی مستحسن سمجھا جاتا ہے۔ اپنی شان عالی کے لحاظ سے ناپسند کر کے فرمایا

ماھممت بعدھا بسوء (طبری)

یعنی بقول میور صاحب "میں نے پھر کبھی بھی (ایسے جائز) مکروہ کام کا قصد نہ کیا۔"

سماجیو! کیا تمہارا رنگیلا مصنف سچ کہتا ہے؟

"محمد کی زندگی سبق خیز زندگی ہے۔ نصائح سے پُر۔ عبرتوں سے لبریز۔ واقعی محمد رہنما ہے۔ حقیقی معنوں میں رہنما ہے۔" (صفحہ ۷)

سچ ہے ؎

مجھ میں اک عیب بڑا ہے کہ وفادار ہوں میں اُنمیں دو وصف ہیں بدخو بھی ہیں خودکام بھی ہیں

مجمل جواب

مہاشہ مصنف کے سارے اعتراضوں اور گستاخیوں کا خلاصہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سی بیویاں کیں اور اُن بیویوں میں آپ رنگ رلیاں کرتے یعنی بیویوں کے حسب منشاء خوش مزاجی سے زندگی گزارتے تھے۔ لطف یہ ہے کہ بڑے فخر سے وہ یہ بھی مانتا ہے کہ

"محمد کا پہلا نکاح پچیس سال کی عمر میں ہؤا۔ یہاں تو آریہ سماجیوں کو ماننا ہوگا کہ محمد نے شاستر کے مطابق زندگی کا پہلا حصہ مجرد رہ کر گزارا۔ محمد برہمچاری تھا اور اُسکا کا حق تھا کہ شادی کرے۔" (صفحہ ۷)

وہ یہ بھی مانتا ہے کہ

"محمد برہمچاری تھا۔ اُس نے پچیس برس کی عمر تک شادی نہیں کی اور عالم جوانی کے تموجات کے باوجود بدکاری سے بچا رہا۔" (صفحہ ۸)

مخالف کو یہ بھی تسلیم ہے کہ

"میعاد خانہ داری کے پچیس برس محمد ایک ہی بیوی (خدیجہ) پر قانع رہا اور وہ بھی دو خاوندوں کی بیوہ جو نکاح کے وقت چالیس برس کی اور انتقال کے وقت پینسٹھ برس کی تھی۔ اس بڑھیا سے اس جوان کی نبھ گئی۔

یہ بات محمد کی پاکیزہ خاطری پر دلالت کرتی ہے۔" (رنگیلا صفحہ ۱۸)

سچ ہے۔ اَلْفَضْلُ مَا شَهِدَتْ بِهِ الْاَعْدَاءُ (فضیلت وہ ہے جسکا دشمن بھی معترف ہو)

باوجود اس اعتراف اور اقرار کے آریہ مصنف نے جو کچھ اعتراضات آنحضرت کی خانہ داری پر کئے ہیں۔ وہ ایک اصولی غلطی کی بنا پر ہیں۔ اسلئے اس مجمل جواب میں ہم پہلے وہ اصول بتانا چاہتے ہیں۔ جن کی پابندی کرنا ہر ایک دھرماتما بلکہ ہر ایک شریف آدمی کا فرض ہے۔

قدرتی اصول آریہ سماج اس اصول کو مانتی ہے کہ قانون قدرت خدا کا فعل ہے جو کام قانون قدرت کے مطابق ہو وہ قابل اعتراض نہیں۔ اُس پر اعتراض کرنا خود مورد اعتراض بنتا ہے۔ پس اس اصول کے مطابق ہم دیکھتے اور آریہ سماج کو دکھاتے ہیں کہ آنحضرتؐ کی خانگی زندگی بالکل قانون قدرت کے مطابق تھی۔ پس وہ غور سے سُنیں۔

ہم انسان میں تین خواہشوں کا ثبوت دیکھتے ہیں۔ کھانے اور پینے کی خواہش جو پیدائش کے وقت سے موت تک شیر خوار نابالغ اور بوڑھے سب کو برابر ہے۔ ان کے قدرتی ہونے میں کیا شک ہے؟ (ہرگز نہیں)

تیسری خواہش مرد۔ عورت کی ہے جو انسانوں کے علاوہ حیوانوں میں بھی برابر پائی جاتی ہے۔ بالغ ہونے پر نر کو مادہ کی اور مادہ کو نر کی طرف رغبت ہوتی ہے جو پہلی دونوں خواہشوں کی طرح بالکل قدرتی ہے۔ اس میں بھی مثل سابق کسی انسانی فعل کو دخل نہیں۔ غرض یہ تینوں خواہشیں برابر قدرتی ہیں۔ پہلی دو خواہشوں کو پُورا کرنے کیلئے جس طرح انسان اخلاقی اور مذہبی اصول کے ماتحت مجاز ہے کہ اپنی کھانے پینے کی خواہشات کو پُورا کرے تیسری خواہش کے پُورا کرنے میں بھی مجاز ہے کہ انہی اصول کے ماتحت جس طرح چاہے اس کو پورا کرے یعنی اس کا مادہ سے ملاپ مثل حیوانات کے نہ ہو جو بالکل خود غرضی پر مبنی ہوتا ہے۔ بلکہ تمدن کے صحیح اصولوں پر ہو۔ جس سے فریقین کی زندگی پر کوئی غیر معمولی ناگوار اثر نہ پڑے۔ اسی لئے قرآن مجید میں جہاں نکاح کا ذکر آتا ہے ایک جامع برکات لفظ ہوتا ہے جو سب خوبیوں کو شامل ہے یعنی

مُحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسَافِحِيْنَ

یعنی نکاح اس غرض سے کرو کہ تمدنی اصول کے ماتحت پاکیزہ زندگی گزرے۔ نہ صرف شورِ گندم نکالنے کو۔ سوامی دیانند بھی اس اصول کے پابند نظر آتے ہیں جو باوجود اصول تمدن

کے مخالف ساری عمر مجرد رہنے کے نکاح کے تعلق سے رہنا انسانی طریق اور بے تعلق نکاح کے ملاپ کرنا حیوانی وضع بتاتے ہیں (ستیارتھ پرکاش باب ۴ - فقرہ نمبر ۱۴۵)

جہاں تک دیکھا جاتا ہے اصول تمدن کے ماننے والے سب متفق ہیں کہ کیا انسانی خواہش نفسانی کے پورا کرنے اور کیا نسل انسانی کے باقی رکھنے کو میاں بیوی کا تعلق بہت ضروری ہے۔ چونکہ یہ تعلق خاص اُس تیسری خواہش کے پورا کرنے کے لئے ہے۔ اسلئے اُس خواہش کی جتنی بھی صورتیں ہونگی اُن سب کے پورا کرنے کا ذریعہ بھی ایک تعلق نکاح ہے۔ جو شخص اپنی جملہ خواہشوں کو اسی ذریعہ سے پورا کریگا وہ متمدن (بھلا مانس) ہے اور جو اس کے سوا اور کسی ذریعہ کی تلاش کریگا۔ وہ مخالف اور راکھشس ہے۔ قرآن مجید میں اس جائز تعلق کے فوائد بتا کر اطلاع دی ہے

فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ

یعنی جو لوگ اس تعلق نکاح کے علاوہ کسی ذریعہ سے حاجت روائی کرینگے وہی قانون قدرت سے متجاوز ہونگے۔

تفصیل | تاکہ آئندہ چل کر جواب سمجھنے میں آسانی ہو مناسب ہے کہ تیسری خواہش کی ہم ذرہ تفصیل کر دیں۔

کون نہیں جانتا کہ مرد کو عورت سے اور عورت کو مرد سے کئی قسم کے تعلقات ہوتے ہیں۔ پوری قضاء حاجت تو کسی سے مخفی نہیں۔ اُس سے کم درجہ بھی ہوتی ہے جس کو صاف لفظوں میں بوس و کنار کہو یا کچھ اور کبھی یہ بھی نہیں محض دل لگی کی باتیں ہی ہُوا کرتی ہیں۔ کبھی ہمبستری میں محض ملاقات ہے۔ غرض کبھی کچھ کبھی کچھ یہ سب قسم کے تعلقات ایسے ہیں کہ ان میں کسی قوم کی خصوصیت نہیں بلکہ سب انسان بلکہ جملہ حیوان بھی اس میں شریک ہیں۔ کبوتر کو دیکھئے کبوتری کے سامنے کس محبت سے ناچتا ہے۔ کس کس طرح اس کا دل بہلاتا ہے۔ مرغا جو عیالداری۔ کنبہ پروری وغیرہ میں سب جانداروں سے انسان کے بہت مشابہ ہے کس طرح مرغی کے سامنے چہل کرتا اور اُس کو خوش کرنے کی کوشش کرتا ہے؛ کیا کسی انسان کی تعلیم سے؟ نہیں، بلکہ قدرتی تعلیم سے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر ایک کبوتر اور ہر ایک مُرغا۔ بلکہ ہر ایک چڑا

بلکہ ہر ایک نر اسی طرح اپنی مادہ سے دل بہلاتا ہے۔ یہ سب مظاہر قدرت ہیں۔ ان پر اعتراض کرنا قانون قدرت پر اعتراض کرنے کے برابر ہے جو کسی دہریئے کو بھی حوصلہ نہیں۔

اسی غرض کا نتیجہ گو عام طور پر لڑکی اور لڑکے کی عمر کا اندازہ لگایا جاتا ہے مثلاً لڑکی ۱۲ سال کی ہو تو لڑکا ۱۶ سال کا یا لڑکی ۱۵ سال کی ہو تو لڑکا بیس کا مگر قانونِ قدرت ہمیں بتاتا ہے کہ جس طرح کھانے پینے میں من پسندی کو دخل ہے۔ اس میں بھی فریقین کی من پسندی ہی ایک اصول صحیح ہے دگر ہیچ۔ اس کو کسی نیچرل شاعر نے یوں لکھا ہے ؎

دل کے ملنے کا ڈھنگ اور ہی ہے ۔۔۔ کالے گورے پہ کچھ نہیں موقوف

قرآن مجید نے اس قدرتی اصول کے ماتحت یہ فرمایا ہے۔

فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ

(جن عورتوں کو تم پسند کرو۔ اُن سے نکاح کیا کرو)

ہم سمجھتے ہیں کہ یہ مجمل جواب ہمارا کافی ہے۔ اب ہم مفصل جواب پر آتے ہیں۔

مفصّل جواب

حضرت ام المومنین خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا

حضرت خدیجہ کی شادی حضور علیہ السلام نے اس وقت ہوئی جبکہ حضورؐ کی عمر عین شباب (۲۵ سال) کی تھی اور خدیجہ کی عمر چالیس سال۔ ایسی جوان عمر (۲۵ سال) میں کوئی نوجوان ایسی عمر رسیدہ عورت سے شادی کرنا پسند نہیں کرتا۔ رنگیلا مصنف یہاں تک مانتا ہے کہ

"ہم خدیجہ کو مائی خدیجہ کہینگے کیونکہ اُس کی عمر چالیس برس کی تھی جب وہ محمد کے حرم میں داخل ہوئی بلکہ حقیقت ہی کا اظہار ضروری ہو تو محمد اُس کے حرم میں داخل ہوا" (صفحہ ۲) آپ مائی کہیں تو آپ کی سعادت ہے۔ اس میں شک نہیں کہ ہماری تو مائی نہیں بلکہ ماں

ہے۔ مگر تم کو اعتراض کیا؟ **ناظرین!** اعتراض سنئے! **رنگیلا مصنّف** کیا مزے لے لے لکھتا ہے:۔

"محمد نے (خدیجہ کو) تجارت کا حساب دیا اور اپنی اُجرت لیکر رخصت ہُوا۔ اسکی شرمیلی آنکھیں۔ ضرورت سے کم گو زبان۔ قدرتی جمال۔ اس سے بڑھکر بیوپار کا کھرا پن پھر بے تکلفی اور سادگی۔ جو دل میں تھا وہی زبان پر۔ جو زبان پر تھا وہی عمل میں۔ بڑھیا (خدیجہ) پر یہ بیساختگی اثر کر گئی۔ اُسے (محمد کو) اپنی تنہا زندگی کا شریک بنانا چاہا" (ختم)

بندۂ خدا! اتنی طول کلامی کی کیا حاجت تھی مختصر ہی کہدیا ہوتا ؎

حسنِ یوسف دمِ عیسیٰ یدِ بیضا داری   آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

یا اگر فارسی شعر منہ پر نہ چڑھتا تو اردو شعر ہی لکھ دیا ہوتا ؎

حسیں ہو۔ مہ جبیں ہو۔ دلِ نشیں ہو   لقب جن کے ہیں اتنے وہ تمہیں ہو

حضرت خدیجہؓ نے اگر اپنے لئے شریک تنہائی حسب منشا پسند کیا اور حضورؐ علیہ السلام نے اس کو شریک راز بنایا تو حسب تمہید مذکورہ آپ کو کیا سوال؟ ہاں ایک تاریخی واقعہ آپنے میور صاحب کی مصنّفہ کتاب "حیات محمدؐ" سے نقل کیا ہے۔ گو وہ ہمارے کسی طرح مخالف نہیں مگر ہم اُس کے متعلّق بھی مہاشہ کو نہیں بلکہ ناظرین کو اطلاع کرتے ہیں کہ یہ سب قصّہ سرے سے غلط ہے وہ قصہ مہاشہ جی کے لفظوں میں یوں ہے۔ لکھتا ہے:۔

"خدیجہ کا باپ بھی زندہ تھا۔ اُس کی طرف سے خدشہ تھا کہ وہ راستے میں روڑا ہوگا۔ اس اثنا میں خدیجہ نے ایک دعوت کی اور اس میں اپنے اور محمد کے خاندان والوں کو مدعو کیا۔ شراب کا دور چلنے لگا۔ خدیجہ کا باپ اس دَور میں بہ گیا۔ حد سے زیادہ پی گیا۔ بوڑھا تھا۔ بہک اُٹھا۔ یہی وہ موقعہ تھا۔ جس کی سب کو تاک تھی۔ اُسے شادی کے کپڑے پہنا دیئے گئے اور خدیجہ کا نکاح ہو گیا۔ اُسے ہوش آئی تو ہکا بکا رہ گیا۔ مگر پنچھی پنجرے سے نکل چکا تھا۔ بزرگوں کا سا تحمّل اختیار کیا اور خاموش رہا۔ (حیات محمدی مولفہ میور صاحب)"

میور صاحب خود اس روایت کی نسبت واقدی کا قول نقل کرتے ہیں کہ یہ روایت غلط ہے۔ اس کے علاوہ اسلام کے مشہور اور مستند مورخ بلکہ استاد المورخین امام ابن جریر طبری

نے اس روایت کی بادلیل یوں تکذیب کی ہے کہ

ان اباها مات قبل الفجار (طبری جلد دوم صفحہ ۱۹۷)

یعنی حضرت خدیجہ کا باپ جنگ فجار سے بھی پہلے فوت ہو چکا تھا اور جنگ فجار اس نکاح سے پہلے کی ہے

گھر کا بھیدی سنو! تمہارے دوسرے بھائی پنڈت کالی چرن نے جو اسی مضمون پر ہندی میں وچتر جیون لکھا ہے۔ اُس میں وہ لکھتا ہے کہ

"حضرت کی منظوری نکاح سُنکر خدیجہ نے اپنا خادم اپنے چچا عمر بن سعد کے پاس بھیجا کہ مجلس میں آئے" (صفحہ ۱۴۴)

اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ باپ کی موجودگی تمہارے بڑے بھائی کو بھی مسلّم نہیں۔

خدیجہ کے باپ کے شراب پینے اور اس کے بیہوش ہونے سے نہ اسلام پر نہ بنی اسلام پر کوئی اعتراض ہے۔ اس لئے ہم اس کی مزید تردید میں جانے کی ضرورت نہیں جانتے۔ کیونکہ ہماری غرض حضور علیہ السلام سے مدافعت ہے کسی اور سے نہیں اور حضورؐ کی نسبت تو مخالف مہاشہ کے قلم سے یہ الفاظ نکل گئے یا خدا نے نکلوائے کہ

"خدیجہ نے محمد کو محمد بنایا پچیس برس کے عرصہ میں جبتک وہ محمد کی بیوی بن کر زندہ رہی۔ محمد کو دوسری شادی کا خیال نہیں آیا۔

آریہ شاستروں میں خانہ داری کی میعاد پچیس برس مقرر ہے یہ میعاد محمد نے نہایت پاکیزگی سے بسر کی۔ اس لئے ہم اُسے آریہ خانہ دار کہہ سکتے ہیں" (رنگیلا صفحہ ۱۵)

آپ کی اتنی راست گوئی سے ہمیں اُمید ہے کہ اگر دیانتداری اور خدا خوفی سے حضور کی باقی زندگی پر غور کرینگے تو بجائے آریہ خانہ دار کے

"آریہ سردار"

کہینگے۔ انشاء اللہ ؎

راہ پر تم کو تو لے آئے ہیں ہم باتوں میں
اور کھُل جاؤ گے دو چار ملاقاتوں میں

نتیجہ خدا کا شکر ہے کہ مخالف کی نگاہ میں بھی حضور کی پچاس سالہ عمر بے عیب اور بیداغ ہے۔ باقی بھی مخالف انصاف سے دیکھینگے تو اس نتیجہ پر پہنچینگے ؎

زفرق تا بقدم ہر کجا کہ مے نگرم کرشمہ دامنِ دل مے کشد کہ جا اینجاست

مہاشہ کے تین جھوٹ نکاح خدیجہ کے ماتحت رنگیلے مصنف نے تین، واقعات ایسے جھوٹ لکھے ہیں جو کبھی معاف نہیں ہو سکتے۔

پہلا جھوٹ "محمد کو یقین ہوگیا کہ دنیا گمراہ ہو رہی ہے۔ اُسے اپنے ابنائے جنس کی حالت پر رونا آتا۔ اُس کے دل میں گہرا درد تھا۔ جو عربی زبان کے نہایت پُراثر اشعار کی صُورت میں وقتاً فوقتاً ظاہر ہو رہا تھا۔ یہی قرآن کی پہلی آیتیں ہیں جو کسی نامعلوم سبب سے قرآن کے اخیر میں درج کیگئی ہیں۔ ان میں تڑپ ہے بیتزی ہے سچی طلب ہے۔ بیقرار آرزو ہے حقیقت کی تلاش ہے۔" (صفحہ ۱۲)

پُراثر اشعار نہ آنحضرتؐ نے کبھی بنائے۔ نہ قرآن میں کوئی شعر درج ہے بلکہ شعر کی تردید ہے

مَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغِيْ لَهٗ

(نہ ہم (خدا) نے اس نبی کو شعر بنانا سکھایا نہ اس کو لائق ہے)

دوسرا جھوٹ "محمد کا اضطراب بڑھتا گیا اور تسلی کی کوئی صُورت نہ دیکھکر آخر اُسے خیال۔ ۔ ۔ ۔ ہُوا کہ خودکشی کرلینی چاہیئے۔ آخر اس رونے دھونے کی زندگی سے فائدہ؟ یہاں خدیجہ کی عمر رسیدگی کام آئی۔ کوئی نوجوان عورت ہوتی تو خاوند کو پاگل سمجھتی اور اس کا ساتھ چھوڑ دیتی۔ آپ ڈرتی اور اُسے ڈراتی۔ خدیجہ نے محمد کو ڈھارس بندھائی۔ محمد کو شک تھا کہ مجھ پر جنّوں کا جادُو ہے۔ یہ الہام نہیں۔ شیطان کی کرتوت ہے۔ خدیجہ نے جنّوں کا امتحان کیا اور محمد کو یقین دلایا کہ یہ فرشتے ہیں ان کا پیغام درست ہے اور جب محمد نے کہا کہ یا تو وہ دنیا کو بدل دیگا یا اپنا ہی خاتمہ کرلیگا۔ تو خدیجہ نے دنیا کے بدلنے کے ارادے کو تقویت دی اور خود اُس نئے مذہب کی جسکی اشاعت کا محمد نے منصوبہ باندھا تھا سب سے پہلی پیرو ہوئی (قصص الانبیا)"

قصص الانبیاء میں یہ قصہ نہیں ہے۔ نہ جنّوں کا جادُو۔ نہ شیطان کی کرتوت۔ بلکہ یہ سب حوالے شیطانی الفاکہیں تو بجا ہے۔ کوئی غیر تمند آریہ ہم کو قصص الانبیاء میں یہ حوالہ دکھائے تو انعام

تیسرا جھوٹ "محمد کو الہام کے وقت سخت تکلیف ہوتی تھی۔ اُس کے منہ سے

جھاگ آنے لگتی جسم پسینہ پسینہ ہوجاتا۔ باہر کی سُدھ بُدھ نہ رہتی بعض کا خیال ہے کہ یہ مرگی کے دورے تھے۔ محمد اُس وقت مریض ہوجاتا۔ خدیجہ اس کی خدمت کرتی۔ اس پر کپڑا ڈالتی۔ پانی کے چھینٹے دیتی۔ غرض یہ کہ اسے ہوش میں لاتی۔ بخاری باب الوحی۔" (صفحہ ۱۴)

بخاری میں یہ حوالہ نہیں جس میں مرگی کا ذکر ہو اور خدیجہ کے پانی وغیرہ ڈالنے کا مذکور ہو۔ یہ سب آریہ مہاشہ کی ایمانداری کا ثبوت ہے۔

ہاں ان کذبات ثلاثہ (تین جھوٹوں) کے سوا ایک سچ بھی اُس کے قلم سے نکل گیا ہے (الکذوب قد یصدق) لکھتا ہے۔

"عرب میں پاپ ہوتا تھا۔ نہایت خوفناک پاپ ہوتا تھا اور محمد کا دل نیکی کے خیالات سے لبریز ہو رہا تھا۔ عربی بُت پرست تھے۔ اور اُس نے کُھلے میدانوں میں بے ابر آسمانوں میں۔ لامحدود ریگستانوں میں کسی لامحدود طاقت کا احساس کیا تھا اُسے یقین ہوگیا کہ پرماتما ایک ہے اور اس کی کوئی شکل وصورت نہیں۔" (صفحہ ۱۳)

مہاشہ سجنو! یاد رکھنا آئندہ کو اسلام اور اہل اسلام پر یہ الزام نہ لگانا کہ خدا کو متشکل یا متجسم کہتے ہیں۔ ورنہ ہمیں حق ہوگا کہ ہم تمہیں یہ شعر سنائیں ؎

کیونکر مجھے باور ہو کہ ایفا ہی کرو گے ۔۔۔ کیا وعدہ تمہیں کرکے مکرنا نہیں آتا

مہاشہ کی مائی } حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے حق میں رنگیلے مہاشہ نے ان لفظوں میں اظہارِ عقیدت کیا ہے:۔

"اس لئے ہم خدیجہ کو مائی خدیجہ کہینگے کہ وہ عمر میں۔ عقل میں۔ دانش میں۔ تجربہ میں آزمودہ کاری میں مائی خدیجہ ہیں۔" (رنگیلا صفحہ ۱۶)

اس لئے ہم بھی آریوں اور مسلمانوں کی مائی (حضرت خدیجہ) کی دانشمندی۔ تجربہ کاری اور دُوربین رائے کا اظہار کرتے ہیں جو موصوفہ نے آنحضرتؐ کے حق میں اُس وقت ظاہر کی تھی جس وقت (بقول مہاشہ کے) وہ اپنے خاوند کی ڈھارس بندھا رہی تھیں۔ اہلِ انصاف کے لئے وہ الفاظ قابلِ غور ہیں:۔

آنحضور نے خدیجہ کو کہا

قال لقد خشیت علی نفسی فقالت خدیجۃ کلا واللہ لا یخزیك اللہ ابدا۔ انك لتصل الرحم وتحمل الکل وتکسب المعدوم وتقری الضیف وتعین علی نوائب الحق۔ (صحیح بخاری صفحہ ۲)

مجھے اپنی جان کا خوف ہے۔ خدیجہ نے عرض کیا۔ ہرگز آپ خوف نہ کریں۔ خدا آپکو کبھی ذلیل نہ کریگا۔ آپ صلہ رحمی کرتے ہیں۔ لاوارثوں کا بوجھ اُٹھاتے ہیں۔ بے کسبوں کو کسب پر لگاتے ہیں۔ مہمانوں کی ضیافتیں کرتے ہیں اور مصیبتوں میں لوگوں کی مدد کرتے ہیں۔

یہ تھی رائے مائی خدیجہ کی۔ جس کا خلاصہ یہ شعر ہے ؎

غضب کے دلرُبا ہو غمگسارِ بیکساں تم ہو	معینِ ناتواں ہو۔ میزبانِ میہماں تم ہو

مائی کے سپوتو!! کیا کہتے ہو؟

حضرت اُم المؤمنین عائشہ صدّیقہ

(رضی اللہ عنہا وعن ابیہا)

دوسرا حملہ مخالف نے حضرت صدیقہ کے نکاح پر کیا ہے۔ رنگیلے مصنّف کے بڑے بھائی پنڈت کالی چرن نے بھی اپنے ہندی رسالہ "وچتر جیون" میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کے متعلق چند روایتیں بے سروپا لکھی ہیں جن میں دیانت اور امانت کے خلاف عمل کیا ہے چنانچہ اُس نے بڑے طنطنے سے لکھا ہے کہ

"جب آنحضرت نے حضرت ابوبکر کو عائشہ سے نکاح کرنے کا پیغام دیا تو اُس سے پہلے ابوبکر مطعم بن عدی سے عائشہ کی بابت وعدہ کر چکا تھا۔ مگر حضرت کی ضد کے مارے وعدہ پورا نہ کر سکا۔" (صفحہ ۱۴۰)

اِس دعوے پر حوالہ دیا ہے روضۃ الاحباب صفحہ ۱۵۱ کا جو درحقیقت صفحہ ۱۵۰ پر ہے ہم اس مقام کے اصل الفاظ نقل کئے دیتے ہیں تاکہ باانصاف ناظرین ان مہاشہ جی کی امانت

اور دیانت پر مطلع ہو سکیں۔

فارسی

"درخاطر صدیق خدشہ پیدا شد چہ مطعم بن عدی عائشہ را برائے پسر خود خطبہ نمودہ بود و ابوبکر قبول کردہ و باوے وعدہ درمیان داشت و ہرگز خلف وعدہ نکردہ بود بداں سبب خولہ را گفت تو ہمیں جا باش و خود بخانہ مطعم رفت۔ زنِ مطعم چوں ابوبکر را از دُور دید گفت اے ابوبکر امید آں داری کہ پسر مارا از دینِ ما برگردانی و مسلمان سازی و دختر خود بوے دہی۔ ایں ہم نخواہد رسید۔ ابوبکر از مطعم پرسید تو ہمچنیں میگوئی گفت آرے۔ صدیق غنیمت دانستہ از آنجا بخانہ خویش باز گشت و خولہ را گفت پیغمبر را صلے اللہ علیہ وسلم بگوئی تا تشریف فرمائد خولہ آمد و آنحضور را از زبان ابوبکر بخواند حضرت بخانہ وے تشریف داد و عائشہ را نکاح کرد۔"

(جلد اول صفحہ ۱۰۵)

اردُو

"ابو بکر صدیق کے دل میں خدشہ ہُوا کیونکہ اُنہوں نے مطعم بن عدی سے عائشہ کے نکاح کرنے کا وعدہ کیا تھا اور ابو بکر نے کبھی وعدہ خلافی نہ کی تھی۔ اس سبب سے خولہ (قاصدہ آنحضرت) کو ابو بکر نے کہا تو یہاں میرے گھر میں ٹھیر۔ مَیں آتا ہوں یہ کہکر ابو بکر مطعم کے گھر کو گئے۔ جب اُن کے گھر میں پہنچے تو اُس کی بیوی نے اُن کو دور سے دیکھکر کہا کیا تو اے ابو بکر اس امید سے میرے لڑکے کو لڑکی دینا چاہتا ہے کہ اُسکو مسلمان کر لے یہ کبھی نہ ہو گا۔ ابو بکر نے مطعم کو پوچھا کہ کیا آپ بھی یہی کہتے ہیں اُس نے کہا ہاں میں بھی یہی کہتا ہوں (جب اُن دونو کی باتیں ایسی طعنہ آمیز ترش لہجہ میں سُنیں تو) ابو بکر نے اس کو غنیمت جانا اور اپنے گھر میں آکر خولہ (قاصدہ) کو کہا کہ پیغمبر علیہ السلام کی خدمت میں عرض کر کہ بغرض نکاح تشریف لے آویں۔ خولہ گئی اور ابو بکر کی طرف سے آنحضرت کو پیغام دیا حضور تشریف لائے اور عائشہ کے ساتھ آپکا نکاح ہو گیا۔"

کون نہیں جانتا کہ اس قسم کی گفتگو لڑکے والوں کی طرف سے رشتہ کا انکار ہوتا ہے نہ کہ مطالبہ

ناظرین! غور کیجئے کہ یہ ساری عبارت حضرت ابو بکر صدیق کی صفائی اور وعدہ وفائی

کا کیسا صاف لفظوں میں اظہار کر رہی ہے۔ مگر مخالف نے آدھی عبارت نقل کر کے اپنے ضمیر کو کیسا آلودہ کیا۔

اسی طرح مصنف وچتر جیون (ہندی) نے کیسا سفید جھوٹ لکھ دیا ہے کہ "آنحضرت نے اپنی پیاری بیوی عائشہ کو ناچ دکھایا" صفحہ ۱۶۴۔ حالانکہ یہ ایسا غلط اور جھوٹ ہے کہ مصنف کو شرمانا چاہیئے کہ ایک تعلیم یافتہ پارٹی (آریہ) کا قائمقام ہو کر ایسی غلط بیانی کرتا ہے۔ تو بے علم لوگوں کا کیا حال ہوگا۔ واقعہ یہ ہے کہ مسجد نبوی میں حبشہ کے فوجی لوگ فوجی کرتب کرتے تھے۔ جسکو آجکل مصنوعی جنگ کہتے ہیں۔ ایسی مصنوعی جنگ کو دیکھنے کا شوق ہر ایک کو ہوتا ہے۔ عائشہ صدیقہ نے بھی شوق ظاہر کیا۔ حضور نے مکان کی دیوار پر سے اُسے دکھایا۔ نہ وہ ناچ تھا (کیونکہ ناچ ہندوستانی محاورے میں فاحشہ رنڈیوں کے گانے بجانے کو کہتے ہیں) نہ کوئی ناجائز کام تھا۔ ہاں اُس کو ناچ کہنا آریہ مصنف کی بددیانتی اور مذہبی تعصب ہے جس کی شکایت اُن کے گرو سوامی دیانند کو بھی ایسے مذہبی متعصبوں سے ہے (دیکھو ستیارتھ پرکاش دیباچہ صفحہ ۲)

رنگیلے مصنف نے اس جملہ میں اپنا سارا زور اور ساری قوت دل آزاری پر خرچ کر دی ہے۔ غور کیجیئے کس رنگ آمیزی اور چرب زبانی سے لکھتا ہے:-

"صنف نازک (عورت) کا پیار محمد کی فطرت میں تھا۔ یہ اُسے مردوں کیلئے اور خاصکر متقی اور پرہیزگار مردوں کے لئے ایک برکت خیال کرتا تھا اوس کی رائے تھی کہ عورت کا عشق مرد کو نیکی کرنے کی ترغیب دیتا ہے مصیبت میں صابر بناتا ہے آفت میں استقلال بخشتا ہے۔ سینے کو اُبھارے رکھتا ہے اور روح کو صیقلہ کرتا رہتا ہے" (رنگیلا صفحہ ۱۱۸)

کیا اعتراض؛ ہم تمہید میں اس کا جواب دے آئے اور بتا آئے ہیں کہ عورت۔ مرد کا تعلق قدرتی ہے جو کوئی اس قدرتی تعلق کو اچھی طرح نباہتا ہے۔ وہی شریف یا خدا رسیدہ ہے جو نہیں نباہتا وہ شریر یا راکھشس ہے۔ مہاشہ جی سُنئے آپ کے گرو نے ہمارے حضور کی تقلید یا تائید میں اسی قسم کی تعلیم دی ہے۔ آپ کو یاد نہ ہو تو **کان دھریے!**

عورتوں کی ہمیشہ پوجا کرنی چاہئے	"باپ۔ بھائی۔ خاوند اور دیور ان (عورتوں) کی عزت کریں اور زیور وغیرہ سے خوش رکھیں جن کو بہت بہتری کی خواہش ہووے

ایسا کریں +۱+

جس گھر میں عورتوں کی عزت ہوتی ہے اُس میں آدمی با علم ہو کر دیو نام سے ملقب ہوتے اور راحت سے رہتے ہیں اور جس گھر میں عورتوں کی عزت نہیں ہوتی۔ وہاں سب کام بگڑ جاتے ہیں +۲+

جس گھر یا خاندان میں عورتیں غمگین ہو کر تکلیف پاتی ہیں وہ خاندان جلد تباہ و برباد ہو جاتا ہے اور جس گھر یا خاندان میں عورتیں آنند سے پر حوصلہ اور خوشی میں بھری رہتی ہیں وہ خاندان ہمیشہ بڑھتا رہتا ہے +۳+

اس لئے حشمت کی خواہش کرنیوالے آدمیوں کو مناسب ہے کہ عزت اور تیوہار کے موقع پر زیورات پوشاک اور خوراک وغیرہ سے عورتوں کی ہمیشہ عزت کیا کریں" +۴+

(ستیارتھ پرکاش صفحہ ۱۲۴۔ باب نمبر ۴)

سماجی مترو! کہو تو استریوں کی پوجا کیا کرتے ہو؟

ہاں ہم کو تسلیم ہے کہ ہمارے حضور کو نازک صنف پر بہت کچھ نظر عنایت تھی۔ اسی لئے تو حضور نے سارے ملک عرب بلکہ ساری دنیا کے خلاف منشاء بحکم الٰہی لڑکی کو ماں باپ کا بلکہ بیوی کو خاوند کا بھی وارث بنایا

دیانندی سجنو! | اس محبت اور انصاف کی مثال ذرہ ویدک دھرم میں تو دکھاؤ تمہارے سوامی نے تم کو استریوں کی پوجا کرنی تو سکھائی۔ مگر یہ نہ ہو سکا کہ بیچاریوں کو مردوں کے ساتھ ورثہ میں بھی شریک کر جاتے۔ کیا یہی اسلام کا نقص ہے؟ سچ ہے ؎

گل است سعدی و در چشم دشمناں خار است

اس ضمن میں دوسرا فقرہ مہاشہ مصنف نے کیسا غلط لکھا ہے۔ جس سے اپنے ہمجنسوں کی آنکھوں میں مٹی نہیں کنکریاں ڈالی ہیں:۔

سماجیو! غور سے سنو!

+ سماجیو! خاوند کے ساتھ دیور کی شرکت کیوں؟

(۱) "محمد نے شاعرانہ طبیعت پائی تھی" (کیسا سفید جھوٹ ہے)

(۲) "خدیجہ کی کہنہ سالی نے عالم موجودات میں عورت کے شباب کی بہار کا لطف نہ اُٹھانے دیا یہ قوت تصور کو ایک اور تازیانہ ہوا دنیا کی عورتیں دماغ سے اتر گئیں۔ بہشت کی حوروں کے خواب آنے لگے" (رنگیلا صفحہ ۱۹)

مہاشے سجنو! دیکھا اسلام کا معجزہ تمہارا ذلیل رنگیلا مصنف اتنی سی عبارت میں کیا کچھ بہکی بہکی باتیں کر رہا ہے۔ پہلے فقرہ کی تردید تو خود قرآن مجید نے صاف صاف اور کھلے لفظوں میں کر دی ہے۔ غور سے سنو!

مَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَ مَا يَنْۢبَغِيْ لَهٗ

(ہم (خدا) نے نبی کو شعر گوئی نہیں سکھائی اور نہ اسے لائق ہے)

حدیث کی کسی کتاب یا تاریخ میں ثبوت نہیں ملتا کہ حضور علیہ السلام نے کبھی ایک شعر بھی بنایا ہو دوسرے فقرہ کا جواب خود مہاشہ کے کلام میں ملتا ہے۔ جو پہلے بھی صفحہ ۱۵ پر نقل ہو چکا ہے اور اب پھر نقل ہے۔ مہاشہ لکھتا ہے:۔

"میعاد خانہ داری کے پچیس برس محمد ایک ہی بیوی پر قانع رہا اور وہ بھی دو خاوندوں کی بیوہ جو نکاح کے وقت چالیس برس کی اور انتقال کے وقت پینسٹھ برس کی تھی اس بڑھیا سے اس جوان کی نبھ گئی۔ یہ بات محمد کی پاکیزگی خاطر پر دلالت کرتی ہے" (صفحہ ۱۸)

سماجیو! تمہارا مہاشہ کیسے دل و دماغ کا مالک ہے کہ صفحہ ۱۸ پر تو حضرت خدیجہ جیسی بڑھیا بیوی سے نباہ کرنے کو حضور علیہ السلام کی پاک باطنی کہتا ہے۔ جو بالکل سچ ہے۔ مگر چند سطریں بعد صفحہ ۱۹ پر اس بڑھیا سے نباہ کرنے کو موجب حسرت اور افسوس قرار دیتا ہے۔ یہ کس قسم کا ظلم یا بدحواسی ہے؟ دونوں منقولہ عبارتیں غور سے پڑھو۔

حضرت عائشہ صدیقہ کے نکاح پر سب سے بڑا اعتراض مخالف کو یہ ہے کہ دس برس کی کم سن لڑکی تھی اور حضور کی عمر ۵۳ سال تھی۔ اس لئے مہاشہ جی مشورہ دیتے ہوئے اپنی رائے کا اظہار کرتے ہیں۔

"محمد ابوبکر کی لڑکی کو اپنی لڑکی بنا لیتا۔ اُس کی شادی اپنے ہاتھوں سے کرتا اُسے

جہیز دیتا اور اس کا باپ بنجاتا۔ تو نہایت خوش آئند ہوتا" (رنگیلا صفحہ ۱۲)
اللہ رے تیری شان! یہ اُس قوم کی طرف سے مشورہ ہے جو نیچرل قانون کو اپنا اصول جانتی ہے۔ مہاشہ جی اور ان کے ساتھی جانتے ہیں کہ والدین اور اولاد کا تعلق قدرتی ہے مصنوعی نہیں کہ کسی کے بنانے سے بنے اسی لئے قرآن مجید نے متبنٰے (لے پالک) کو اپنا بیٹا کہنے سے منع کر دیا۔ غور سے سنو! ارشاد ہے ؎

اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ

(لے پالکوں کو اُنکے والدوں کے نام سے بلایا کرو۔ اللہ کے نزدیک یہ بہت انصاف کی بات ہے)

مگر جس قوم کا یہ اصول ہو کہ نیوگ زادہ اپنے اصل باپ (نطفہ دار) سے کٹکر مصنوعی باپ کا بیٹا کہلائے (ستیارتھ پرکاش) وہ کیوں نہ ایسا مشورہ دیں۔

ہم گذشتہ تمہید میں خاوند بیوی کے تعلقات پر مفصل لکھ آئے ہیں۔ ملاحظہ ہو کتاب ہذا صفحہ ۱۷ تا ۱۸۔ اگر مہاشہ مخالف بے سوچے سمجھے استہزاء سے لکھتا ہے:

"عائشہ اپنی گڑیاں ساتھ لائی۔ ترپن سال کے نوشہ بھی کبھی کبھی اپنی اس ہونہار بیوی کی معصومانہ کھیلوں میں شریک ہو جاتے۔ ترپن سال کے بڈھے کا بچوں کے ساتھ کھیلنا معیوب نہیں۔ لیکن کسی اور حیثیت میں ہونا چاہئے۔ خاوند کی حیثیت میں نہیں" (رنگیلا صفحہ ۱۲)

کسی کتاب کا حوالہ نہیں دیا جس سے یہ ثابت ہو کہ حضور عائشہ کے ساتھ گڑیاں کھیلا کرتے تھے۔ ہم حیران ہیں کہ ان چالاکیوں سے آریہ سماج کے خیال میں فتحیابی کا پلاؤ پک رہا ہے ؎

ایں خیال است و محال است و جنوں

علاوہ اس کے ہم کہتے ہیں کونسی عقلی دلیل اس امر سے مانع ہے کہ خاوند اپنی بیوی کی تفریح میں شریک نہ ہو (یہ جواب بعد تسلیم واقعہ کے ہے) بجائیکہ منوجی دھرم شاستر کے بانی راجہ کو اجازت دیتے ہیں۔

"راجہ کھانا کھا کر عورتوں کے ساتھ محل میں بہار کرے" (ادہائے۔ شلوک ۲۲۱)

مہاشہ نے حضرت عائشہ صدیقہ کی نسبت دو الزام عیب افتراء کئے ہیں۔

(۱) افک عائشہ جو اسلامی کتابوں میں خاص کر قرآن شریف میں مردود ہے، اُس کی صحت کی طرف اشارہ کر کے مسلمانوں کے دلوں کو زخمی کیا۔

(۲) صحابہ کرامؓ کے زمانہ میں مسئلہ خلافت پر جو لڑائی ہوئی اُس میں بھی عائشہ کو دخیل بتا کر تعدد ازدواج کو باعث تباہی اسلام بتایا ہے چنانچہ مہاشہ مخالف کے نامہذب الفاظ یہ ہیں :۔

محمد کی بیٹی فاطمہ۔ مائی خدیجہ کی یادگار۔ فاطمہ علی سے بیاہی ہوئی تھی اُدھر فاطمہ کا خاوند اپنا داماد علی ہے۔ ادھر چہیتی بیوی عائشہ ہے۔ محمد کدھر کو جائے۔ گھر میں خانہ جنگی کی بنیاد پڑ گئی۔ اس خانہ جنگی نے محمد کی وفات کے بعد اسلام کی تاریخ کو متواتر خونریزیوں کی تاریخ بنا دیا" (صفحہ ۲۴)

معلوم نہیں مہاشہ جی کو یہ لکھتے ہوئے کوروں پانڈوں کی لڑائی کا نقشہ سامنے آگیا۔ یا ہندوستان میں سلطنت مغلیہ کے وارثوں کی جنگ دکھائی دی۔ خدا جانے یہ بہکی بہکی باتیں کیوں کرنے لگ گئے۔ ہمیں تو کسی اسلامی کتاب میں یہ نقشہ خانہ نبوی میں دکھائی نہیں دیتا۔ ہاں ہم مانتے ہیں کہ خلافت پر لڑائی ہوئی مگر اُس کا سبب یہ نہ تھا جسکا مخالف نے منصوبہ گھڑا ہے۔ بلکہ سیاست میں اختلاف رائے تھا۔

ہاں نمبر اول کے متعلق جواب خود قرآن مجید میں مذکور ہے۔

اُولٰٓئِکَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا قَالُوْا

(جن پر افترا اور بہتان لگایا گیا ہے وہ اوس سے پاک ہیں)

مخالفوں کا الزام اگر ملزم پر دھبا لگا سکتا ہے تو تم کو یاد ہونا چاہئے کہ تمہارے لیڈر سوامی شردھانند پر حال ہی میں جو الزامات غبن وغیرہ بداخلاقیوں کے لگائے گئے ہیں کیا وہ بھی صحیح ہیں؛ جن میں سے بطور نمونہ ایک اشتہار درج ذیل ہے:۔

شردھانند کی شرمناک اخلاقی موت۔ روپیہ کمانے کیلئے سنیاسی ہونیکی حقیقت

(پبلک فنڈوں کا حساب پوچھنے پر بازاری گالیاں)

ہم نے شردھانند سے اخبار ایشیا دہلی میں کئی قومی فنڈوں کے حساب کا مطالبہ کیا تھا

جسکے جواب میں اُس کی طرف سے اُس کے تیج اخبار میں ہمیں فحش گالیاں دیکر اپنی خاندانی
تہذیب کا ثبوت دیا گیا ہے، اور جو حساب دیا گیا وہ سخت مشکوک اور جعلی ہے جس سے صاف ثابت
ہوتا ہے کہ شردھانند نے قومی فنڈوں کا بہت سا روپیہ ہضم کیا ہے۔ ان جوابات سے شردھانند کی
اخلاقی موت ہو گئی ہے۔ اب وہ تنگ آکر ہمیں کئی ذرائع سے بدنام کر رہا ہے اور اپنے بعض چیلوں
کو ہمارے برخلاف آمادہ کر رکھا ہے۔ لیکن ہم اسکو آگاہ کرتے ہیں کہ آجکل غدر کا زمانہ نہیں ہے
اگر کسی موقعہ پر ہمارا بال بھی بینکا ہوا تو شردھانند معہ اپنے چیلوں کے بڑے گھر میں نظر آئیگا
ایسی دھمکیاں دیکر وہ قومی فنڈوں کا روپیہ اُگلنے سے بچ نہیں سکتا اب ہم مجبور ہو کر
پبلک کو یہ تبلاتے ہیں کہ یہ شخص سنیاسی کیوں ہوا ہم جو کچھ بھی لکھینگے ہر ایک بات کا کافی
ثبوت ہمارے پاس موجود ہے۔ واقعات یہ ہیں کہ سنہ ۱۹۰۰ء میں سب سے پہلے آریہ سماج کالج
پارٹی والوں نے بسرپرستی شیر پنجاب لالہ لاجپت رائے جی اور مہاتما ہنسراج جی اس
شخص پر قومی فنڈوں کے غبن کرنیکا الزام لگایا تھا۔ یہ ہر دو اصحاب معمولی آدمی نہیں
ہیں۔ بعد ازاں سنہ ۱۹۰۵ء میں کئی ذمہ دار معززین نے آریہ پرتی ندھی سبھا پنجاب میں اس
شردھانند (سابق منشی رام) پر چودہ ہزار سے زائد ایک رقم ایک ہزار کی دوسری رقم
غبن کرنے کی بابت کیس دائر کرکے اس کو ایک ملزم کی حیثیت میں پیش کیا تھا اور
اُس پر بھرے اجلاس میں یہ فرد الزام بھی لگائی گئی تھی کہ (۱) "یہ شخص ہرگز اس
قابل نہیں کہ کوئی پبلک فنڈ اس کے سپرد کیا جائے (۲) یہ شخص ہرگز اس قابل نہیں
کہ اس کو کوئی ذمہ واری کا عہدہ دیا جائے کیونکہ معمولی اختلاف رائے ہونے پر بھی
یہ ہر شخص کو نقصان پہنچانے اور جھوٹے الزام لگا کر بدنام کرنے سے دریغ نہیں کرتا"
جب مذکورہ بالا غبن کا کیس اس پر چلا تو یہ اُن دنوں گوروکل کانگڑی کا مکھیہ
ادھشٹاتا تھا اور اس کے ساتھ ایک پارٹی تھی۔ اُس وقت تو یہ کہکر اُس نے جان بچائی تھی
کہ وہ روپیہ کسی شخص کو دے رکھا ہے۔ یہ اُن دنوں ہزاروں روپیہ کا قرضدار بھی تھا۔
اس کا قرضہ اُتارنے کیلئے اسکی کتابیں لیکر ایک آریہ کمپنی قایم ہوئی تھی لیکن کئی سال
کے بعد جب وہ غبن شدہ روپیہ وصول نہ ہوا اور خود اُسکی پارٹی والونکو معلوم ہو گیا

کہ وہ پندرہ ہزار سے زائد روپیہ یہ شخص خود ہی کھا گیا ہے تو اس کی پارٹی بھی اس سے منحرف ہو گئی تب اس نے گھبرا کر اپنی پول ظاہر ہوتے دیکھکر ایک شخص سے یہ صلاح کی کہ:۔

"دھرم کے کاموں میں تو روپیہ کا حساب پوچھا جاتا ہے لیکن پولیٹکل کام میں بڑی عزت ہے۔ کوئی حساب کتاب پوچھتا ہی نہیں۔ اسلئے میں تو سنیاسی ہو کر پولیٹکل کام شروع کرونگا اور تم بھی میرے ساتھ رہنا۔" چنانچہ یکم بیساکھ سمت ۱۹۷۲ میں بغیر گرو کے خود بخود سر منڈا کر اور گیروے کپڑے پہنکر اپنا نام شردھانند خود ہی رکھکر شاستروں کے طریقہ کے خلاف سنیاسی بن گیا اور روپیہ کمانے کیلئے دہلی کو تجارتی شہر دیکھکر اُس نے یہاں اپنا اڈا جمایا جس مذکورہ بالا شخص سے صلاح کی تھی اُس کو دھوکہ دیکر اس کا قریباً چار ہزار روپیہ اس نے ہضم کر لیا یہ دھوکہ بازی دیکھکر وہ شخص اُس سے الگ ہو گیا۔ وہ شخص دہلی میں ہی رہتا ہے۔ شردھانند کے انکار کرنے پر ہم پبلک کو اس کا نام بتلائینگے۔

سنیاسی ہونیکے بعد شردھانند نے خوب جال پھیلایا۔ گڈھوال میں قحط پڑنے پر گڈھوال ریلیف فنڈ کھولا اُس میں اسکے پاس روپیہ کس قدر آیا تھا اور کس قدر روپیہ کس کس طرح خرچ ہوا۔ یہ بتلاتے ہوئے گھبراتا ہے۔ کہا گیا تھا کہ باقی ۲۸ ہزار روپیہ بچا تھا ہم نے اس کا حساب دریافت کیا تو شردھانند نے اپنے اخبار تیج میں کمینہ گالیوں کے ساتھ اس کا جواب ایسا مشکوک دلایا کہ وہ معہ ایڈیٹر تیج کے جعلسازی میں پھنس گیا یعنی پہلے تو ۲۸ ہزار روپیہ باقی بتلا کر اس کا حساب (بلا ثبوت) بتلادیا۔ جب ہم نے للکار کر پوچھا کہ شردھانند نے اپنے لڑکے اندر کو اس فنڈ سے جو پانچہزار روپیہ ناجائز طریقہ سے پریس اور اخبار جاری کرنے کو دیا تھا وہ کہاں ہے؟ تو دروغ گورا حافظہ نباشد کے مصداق تیج ۱۳ مارچ میں گھبراہٹ کی حالت میں لکھ ڈالا کہ "وہ پانچہزار روپیہ پریس میں لگا دیا تھا۔ لیکن وہ اُچنتی کھاتہ میں پڑا ہوا ہے اور وہ شری مالوی جی کو دینا ہے۔"

شری مالوی جی اُن دنوں دہلی ہی میں تھے۔ مگر اُن کو یہ روپیہ نہیں دیا گیا اور اُچنتی کھاتہ میں ہی پڑا ہوا ہضم ہو جائیگا۔ لیکن اب سوال یہ ہوتا ہے۔ کہ پہلے تو ۲۸ ہزار کُل باقی روپیہ کا حساب تیج میں تبلادیا گیا تھا پھر یہ پانچہزار روپیہ کہاں سے نکل آیا اور اس طرح ۳۳ ہزار

روپیہ ہوتا ہے لہذا صاف ثابت ہے کہ یہ حساب جعلی ہے اور یہ جعلسازی دھرم اور قانون کے خلاف ہے۔ گویا ایک فنڈ کے ایک ہی حساب میں ہم نے شردھانند کو قومی ملزم کی حیثیت میں قوم کے سامنے کھڑا کر دیا ہے۔ ابھی وہ اس فنڈ کے تمام خرچ کردہ اور باقی ماندہ کا مفصل حساب پیش کرے تو کئی جگہ ایسی ہی گڑ بڑ ملیگی۔ اب ہم دیگر فنڈوں کا ذکر کرتے ہیں

(۲) پولیٹکل کام چھوڑ کر شردھانند نے شدھی کا کام شروع کیا۔ اس سلسلہ میں بھارتیہ شدھی سبھا آگرہ سے شردھانند کا نو ہزار روپیہ لینا تیج ۱۳ مارچ میں درج ہے اور تلایا ہے کہ صوبہ دہلی میں اس روپیہ سے شردھانند نے ایک ہزار کے قریب شدھیاں کیں اور دہلی کے ماتحت ۴۵۔ اوپدیشک کام کرتے رہے" کیا دہلی کا کوئی شخص تبلا سکتا ہے کہ ۴۵۔ اوپدیشک ہوتے ہوئے دہلی میں شدھی پر ان کے کس قدر لیکچر ہوئے اور کیا ایکہزار شدھیاں صوبہ دہلی میں کہیں ہوئی ہیں؟ کیا شردھانند اس نو ہزار روپیہ کے خرچ کی تفصیل اور ۴۵۔ اوپدیشکوں کے نام مع پتہ تبلا سکتا ہے؟

(۳) شردھانند مفصل مع نام و پتہ کے تبلائے کہ شہر دہلی سے اُس نے شدھی سبھا کیلئے کس کس سے کس قدر روپیہ بطور چندہ لیا ہے اور وہ کہاں خرچ ہوا ہے؟

(۴) اخبار تیج کیلئے بھی شُدھی سبھا سے کسقدر روپیہ لیا ہے اور کیوں لیا ہے؟ کیا تیج کے سرورق پر اپنا نام اُس کی سرپرستی میں لکھوانا پبلک کو صریحی دہوکہ دینا نہیں ہے؟

(۵) ہندو سنگھٹن کے لئے شردھانند نے دورہ کیا تھا۔ اس دورہ میں کس قدر روپیہ جمع کیا ہے اور وہ روپیہ کہاں ہے؟ اور ہندو سنگٹھن کا شور مچانے پر بھی اُس نے اسکا کس قدر کام کیا ہے؟

(۶) شردھانند کی دلت ادہار سبھا میں پارسال ایک اخبار کی تحریر کے مطابق سات آٹھ ہزار روپیہ آئے تھے جو پارسال ہی نہ معلوم کونسے اچھوتوں کے کاموں میں خرچ کیے گئے نومبر ۱۹۲۳ء میں ایک خبر شایع ہوئی تھی کہ اس روپیہ کے خرچ کے کاغذات شردھانند کے داماد ڈاکٹر سکھدیو کے دوائی خانہ میں (جہاں اس سبھا کا دفتر بھی تھا) موجود تھے کوئی چور رات کو آکر کاغذات کو جلا گیا۔ شردھانند نے ہمارے پوچھنے پر تیج میں اس کا کچھ ذکر

کرایا ہے۔ مگر دلت ادہار سبھا کے فنڈ کا مفصل حساب دینے کا نام تک نہیں لیا۔

(۷) شردہانند نے شدھی کا کام بھی اپنا مطلب پورا کر کے چھوڑ دیا اور اچھوتوں کا کام مذکورہ دلت ادھار سبھا کے نام سے شروع کر دیا۔ اس خانہ ساز سبھا کیلئے ۲۵ لاکھ کی اپیل کر کے شردہانند نے پچھلے دنوں ہی کاٹھیاواڑ اور بمبئی وغیرہ کئی جگہ دورہ کیا تھا لیکن اب تک اُس نے ظاہر نہیں کیا کہ ان دوروں سے اسکو کس قدر روپیہ ملا۔ کیا اس سبھا کا پہلا اور اب کا سب روپیہ ہضم؟ اس سبھا کا پردہان خود شردہانند ہے اور سکرٹری اس کا داماد سکھدیو ہے۔ گویا گھر ہی کی سبھا ہے۔ شردہانند گھر میں بیٹھکر جب چاہتا ہے روپیہ کمانے کیلئے کوئی نہ کوئی سبھا بنا لیتا ہے۔ کسی سبھا کے نام سے اس کو کوئی شخص روپیہ وغیرہ نہ دے۔

(۸) شردہانند نے حال ہی میں اعلان کیا ہے کہ ایک شخص نے اچھوتوں کے لئے ڈہائی ہزار روپیہ ماہوار دیا ہے۔ شردہانند بتائے کہ یہ روپیہ کس سے اور کس راہ سے اُس کو ملتا ہے اور کہاں خرچ کرتا ہے؟

(۹) گئو رکھشا سب کمیٹی کے روپیہ کا بھی مفصل حساب نہیں بتلایا اور نہ باقی ماندہ روپیہ ہندو مہا سبھا بنارس کو بھیجا گیا وہ گئو ماتا کی رکھشا کا روپیہ بھی ہضم؟

(۱۰) دہلی کے ایک جلسہ میں ۲۴ را اکتوبر ۱۹۲۳ء کو شردہانند نے کہا تھا کہ ایک سبھا کا ساڑھے چھ ہزار روپیہ تھا۔ کچھ مختلف کاموں میں خرچ ہو گیا اور ایک ہزار باقی ہے وہ میں ہندو سبھا دہلی کو دیدونگا۔ ازاں بعد ۲۲ جنوری ۱۹۲۴ء کو شردہانند نے اپنے مکان پر ہی یہ فیصلہ کیا تھا جو اخبار میں نکل چکا ہے کہ "ہندو سبھا کا کام دہلی سے باہر کرنے کیلئے اندر ایڈیٹر ارجن اور دلیش بندھو ایڈیٹر تیج کو دوسو روپیہ ماہوار دیدیا جائے" کیا اس طرح شردہانند گھر ہی گھر میں وہ روپیہ بھی ہضم کرنا چاہتا ہے اور وہ ساڑھے چھ ہزار روپیہ کس سبھا کا تھا اور شردہانند نے وہ کہاں پر خرچ کیا ہے؟

(۱۱) پنڈت لکھشمی نارائن جی شاستری دہلی سورگباشی کے کئی ہزار روپیہ شردہانند نے وعدہ کر کے شدھی کے کام میں خرچ کرا دیے تھے کہ یہ روپیہ بعد میں شدھی سبھا سے دیدیئے جائینگے۔ لیکن بعد میں پنڈت جی کو کورا جواب دیدیا۔ پنڈت جی نے شدھی کے

لگن میں وشواس گھاتی شردھانند کے کہنے میں آکر اپنی دھرم پتنی کے زیورات تک فروخت کر کے لگا دیئے تھے۔ کیا پیسے کے بھوکے شردھانند نے پنڈت جی کے وہ کئی ہزار روپیہ اپنے حساب میں دکھا کر شدھی سبھا کے حساب سے خود ہضم تو نہیں کر لیے؟ پنڈت جی سے یہ وشواس گھات کر کے شردھانند نے مہا پاپ اور اخلاقی جرم کیا ہے۔ شردھا اُنکو اپنا یہی پاپ چھپانے کیلئے ہمیشہ بدنام کرتا رہا ہے۔

(۱۲) شردھانند جب سنیاسی ہُوا تھا تو اُس کے پاس کچھ نہ تھا اور اندر پڑھتا تھا وہ بھی نادار تھا تو ارجن اور تیج اخباروں کے خرچ اور مشین پریس لگانے میں ہزاروں روپیہ وہ کہاں سے لایا ہے؟ اور اس قدر بڑے بڑے مکانوں کا کرایہ وہ کہاں سے دیتا ہے؟ کیا اس پرتکش پرمان (ثبوت عینی) کا کوئی جواب ہے اور کیا اپنے وطن جالندھر میں اُس نے کوئی مکانات تو نہیں بنوائے؟ اگر بنوائے ہیں تو وہ روپیہ کہاں سے آیا ہے؟

(۱۳) آریہ سماج کا اتھاس لکھنے کیلئے شردھانند نے کئی سال ہوئے دورا لگایا تھا کیا اُس دورہ سے بھی کچھ روپیہ جمع کیا تھا؟ اگر کیا تھا تو وہ کہاں ہے؟

(۱۴) شردھانند نے روپیہ کمانے کے لئے ایک اور اتیاچار اور شیطنت کا مٹھ بنا رکھا ہے جہاں عورتوں کے ذریعہ سے روپیہ پیدا کیا جاتا ہے۔ اسکو لکھتے ہوئے ہمارا قلم رکتا ہے کیونکہ ان حالات کے ساتھ شردھانند کے لڑکے اندر کی بیوی ودیا رتی کا بھی ذکر آتا ہے۔

(۱۵) شردھانند نے روپیہ کے لالچ میں سنیاسی ہو کر پولیٹکل کام شروع کیا تو اظہار شیخت کرنے پر قید ہو گیا اور مشہور ہے کہ کوئی خاص معاہدہ کر کے قید سے رہا ہوا ہے یہی وجہ معلوم ہوتی ہے کہ رہائی کے بعد اُس نے پولیٹکل کام کو ہاتھ تک نہیں لگایا اور ہندو مسلمانوں اور ہندوئیں ہندوؤں میں بھی ناچاتی پیدا کر رہا ہے بلکہ کانگریس اور پولیٹکل لیڈروں کی بھی مخالفت کر رہا ہے حال ہیں اُس نے مہاتما گاندھی کے خلاف بھی سخت حملہ کیا ہے جن کی جوتیاں اُٹھانے کے بھی یہ قابل نہیں ہے۔ یہ دوسرا جے چند راٹھور ام ہندو قوم اور تمام اہل ہند کیلئے مار آستین اور بغلی گھونسہ ہے اس سے اور اس کے اخباروں سی لوگوں کو بچا رہنا چاہیئے۔ اخبار بندے ماترم وغیرہ نے بھی اسکو بہت پھٹکارا ہے۔

اُس شخص نے قومی فنڈوں کا معلوم کس قدر روپیہ کھایا ہے یہی وجہ معلوم ہوتی ہے
کہ شردہانند کا کوئی کام بھی پورا نہیں ہوا۔ کیونکہ روپیہ تو زیادہ تر یہ کھا گیا۔ باقی صرف
نمایش ہی نمایش رہی۔ ہم پبلک کو ہوشیار کرتے ہیں کہ کوئی شخص گیرو ے کپڑوں کے
دھوکے میں آکر اس کو کسی کام کیلئے بھی روپیہ نہ دے ورنہ ایسے لوگوں کو دان دینے
والا شخص بھی شاستروں کے مطابق پاپی ہوتا ہے۔ اس نے ارجن اور تیج دونوں اخبار
اسی لئے جاری کر رکھے ہیں کہ ان کے ذریعہ شور و شر پھیلا کر روپیہ پیدا کیا جائے اور
اگر کوئی شخص شردہانند سے قومی فنڈوں کا حساب پوچھے تو یہ دونوں اخبار اُسکو
گالیاں دیکر بدنام کرنا شروع کردیں۔ پبلک کو ان اخباروں سے بھی ہوشیار رہنا چاہیئے۔
نوٹ:۔ ہم اخبار ایشیا میں لکھ چکے ہیں کہ اگر شردہانند چند معز ز لیڈروں کو تجویز کرے
تو اُن کے سامنے ہم یہ تمام معاملات اُس کے روبرو پیش کرنیکو تیار ہیں۔ غرض ہم نے ایک
ضروری قومی خدمت ادا کرتے ہوئے اس قومی غدار کو قوم کے سامنے اس کے اصلی روپ
میں کھڑا کر دیا ہے۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ قوم اس کو اور اس کے اخبارونکو کس قسم کی قومی
سزا دیتی ہے۔ شردہانند کہیں آریہ سماجی بنتا ہے اور کہیں سناتن دھرمی کہکر اپنا مطلب
نکال لیتا ہے در اصل یہ قوم کا کھتری اور آریہ سماجی ہے لیکن بکثرت آریہ سماجی بھی اس سے
ان حرکات کے باعث ناراض ہیں۔ سنیاسی ہو کر بھی اپنے لڑکے بہو اور پوتوں کے
ساتھ رہتا ہے۔ باہر جا کر معلوم کیا کہتا ہوگا۔ شردہانند نے اپنا اُلّو سیدھا کرنے کے لئے
اپنے اخبارات تیج اور ارجن کے ذریعہ ملک میں سخت کشمکش پیدا کر رکھی ہے۔ چند روز ہوئے
ان حرکات سے تنگ آکر مہاتما گاندھی کو اعلان شایع کرنا پڑا تھا تب ہی سے شردہانند اور
اُس کے اخبارات نے مہاتما جی پر حملہ کرنا شروع کر دیا ہے۔ اسی طرح یہ ہر دو تیج اور ارجن
اخبارات اس شورش انگیزی کے علاوہ ہندو قوم میں بھی باہمی نا اتفاقی کو بڑھا رہے ہیں
اور قومی فنڈوں کے خورد برد کرنے اور شردہانند کی دیگر حرکات پر قوم کو کمینہ دھوکہ بازی میں
لا کر پردہ ڈال رہے ہیں۔ ہر طرف شردہانند اور ان اخبارات کی حرکات پر سخت نفرت ظاہر ہو
رہی ہے۔ شردہانند اگر سچا آدمی ہے تو ہمارے اس اشتہار کا جواب دینے سے

کیوں گھبراتا ہے۔ہر شخص کا قومی فرض ہے کہ وہ ٹھنڈے دماغ سے اس اشتہار کو پڑھکر غور کرے"!

راقم پنڈت راج نارائن آرمان۔ دہلی (ایڈیٹر روزانہ اخبار ایشیا دہلی)

حالانکہ الزام عائشہ کا جواب تو اُس زمانہ میں دیا گیا مگر اِس اشتہار کا جواب آج تک ہم نے نہیں دیکھا۔ پس الزام عائشہ کا جواب وہی ہے جو قرآن مجید میں درج ہے +

اسی ضمن میں مخالف مہاشہ نے مسئلہ تعدد ازدواج پر بھی مضحکہ اڑایا ہے۔ اس کا جواب ہم اخیر رسالہ میں دینگے۔ انشاءاللہ۔

مہاشہ مصنف کو اس بات پر بھی جلن ہے کہ حضرت صدیقہ پر جو یہ جھوٹا الزام لگایا گیا تھا۔ قرآن میں اس کی تردید کیوں ہوئی؟ چنانچہ آپ نے اس رنج کا اظہار ان لفظوں میں کیا ہے "سورۂ نور میں رسول اور رسول کے خدا کا غم و غصہ اب تک مرقوم چلا آتا ہے بدزبان لوگوں کی زبانیں اُن کے منہ میں گھسیڑ دی گئیں۔ اب ضرورت ہوئی کہ حرم کو فہمائش کی جاوے۔ کیونکہ تالی دو ہاتھوں سے بجتی ہے۔ یہ خدمت بھی اللہ میاں نے قبول کی۔ سورۂ احزاب اُتری۔

"اے پیغمبر کی بیویو! تم اور عورتوں کی طرح نہیں ہو اگر تم پرماتما سے ڈرتی ہو تو اپنے قول سے نہ پھرو۔ تاکہ وہ لالچ نہ کرے جس کے دل میں مرض ہے۔ اور کہا گیا ہے قول معروف۔ اپنے گھروں میں رُکی رہو اور نہ دکھاتی پھرو سنگار جیسے جاہلیت کے زمانہ کی عورتیں کرتی تھیں +"

آخر محمد کا اپنی بیویوں کو آپ تنبیہ و توبیخ کرنا بانکی زوجیت کے لوازمات کے خلاف تھا۔ اللہ میاں میاں بیوی دونوں کا بزرگ ہے اُس کو بیچ میں ڈالا اور جو چاہا کہلوا لیا"!

پیغمبر اسلام علیہ السلام کا ہر قول و فعل اور آپ کی خانگی زندگی اُمت کے لئے اُسوۂ حسنہ (نیک نمونہ) ہے۔ اس لئے اس خانگی واقعہ کا ذکر قرآن مجید میں ہو کر صفائی کرنی ضروری تھی مگر بقول آریہ پرمیشور نے کیا کیا کہ وہ اپنے رشیوں کے علاوہ ایک میاں بیوی کے کاموں

میں دخل دیتا ہوا سوال کرتا ہے :-

"اے بیاہے ہوئے مرد عورت تو! تم دونوں رات کو کہاں ٹھہرے تھے اور دن کہاں بسر کیا تھا۔ تم نے کھانا کہاں کھایا تھا وغیرہ" (رگ وید۔ اشٹک۔ ادھیائے۔ ورگ ۱۸۔ منتر ۲)

کیا ہی فضول اور بے خبری کے سوال ہیں۔ تم دونوں رات کو کہاں رہے تھے کیا خوب؟ کیا کوئی حیادار مرد یا عورت رات کو رہنے کا جواب دے سکتے ہیں۔ اسی لئے اس سوال کا جواب وید میں مذکور نہیں۔ غالباً سننے والوں نے شیخ سعدی مرحوم کے مشورے پر عمل کیا ہوگا ؎

جوابِ جاہلاں باشد خموشی

اسی ضمن میں مہاشہ نے حضرت عائشہ کا ایک قصہ سر ولیم میور کی تاریخ سے نقل کیا ہے جو باوجود معمولی ہونے کے مخالف اُس میں رنگ آمیزی سے نہیں چوکا چنانچہ اُسکے الفاظ یہ ہیں۔

"بیماری کے دوران میں محمد قبرستان کو گیا اور اپنے مرنے کا یقین پختہ کر کے گھر لوٹا عائشہ بھی اتفاق سے اُس دن دردِ سر میں مبتلا تھی۔ وہ کراہ کراہ کر کہہ رہی تھی "میرا سر! میرا سر!" محمد معاً بول اُٹھے "عائشہ! یہ لفظ مجھے کہنے چاہئیں" کم سن عورت نے سُنا اور چُپ ہو گئی۔ محمد کو ظرافت سوجھی۔ کہا "عائشہ! کیا تم پسند نہ کرو گی۔ کہ تمہاری موت میرے جیتے جی ہو۔ تاکہ میں تمہیں اپنے ہاتھوں سے دفن کروں اور تمہاری قبر پہ دعا کہوں؟" عائشہ نے ناک بھوں چڑھالی اور جواب دیا "یہ کسی اور کو سُنائیے میں سمجھ گئی۔ میرے گھر کو مجھ سے خالی کرنے اور کسی اور حُسن و جمال کی پتلی کو اس میں لا بسانے کی آرزو ہے" محمد کو جواب کی فرصت نہ تھی۔ طاقت نہ تھی مسکرا کر ٹال دیا (حیاتِ محمدی مصنفہ میور صاحب)"

رنگیلے مصنف نے اس میں بھی رنگآمیزی سے کام لیا ہے۔ اصل واقعہ بہت مختصر ہے۔ جو مؤرخ ابوالفدا کے لفظوں میں ہم پیش کرتے ہیں :-

روی عن عائشة رضی الله عنها انها قالت جاء رسول الله	عائشہ صدیقہ کہتی ہیں ایک روز میرے سر میں درد تھا۔ میں کہ رہی تھی۔

صلی اللہ علیہ وسلم وبی صداع وانا اقول واراساہ فقال بل انا واللہ یا عائشۃ واراساہ ثم قال ما ضرک لومت قبلی فقمت علیک وکفنتک و صلیت علیک ودفنتک قالت فقلت کانی بک واللہ لو فعلت ذالک رجعت الی بیتی وتعرست ببعض نساءک فتبسم صلی اللہ علیہ وسلم (جلد اول صفحہ ۱۵۱)

ہائے میرا سر! آپ نے مذاق میں فرمایا یہ تو مجھے کہنا چاہئے۔ ہائے میرا سر (کیونکہ حضور خود بیمار تھے) پھر بطور تسلی دینے کے بیوی عائشہ کو کہا تیرا کیا نقصان ہے اگر تو میری سامنے مرجائے اور میں تجھے کفناؤں اور جنازہ پڑھوں اور دعا کروں عائشہ نے (جیسے کہ بیماری میں آدمی سڑی ہو کر بولتا ہے) بولی ہاں میں جانتی ہوں اگر آپ میرے ساتھ بعد موت ایسا کرینگے تو اُسی وقت میرے گھر میں آوینگے اور اپنی کسی بیوی سے دل بہلا لینگے۔ یہ سُنکر حضور مسکرائے۔"

سر ولیم میور نے اس مقام پر خود ہی تاریخ طبری کا حوالہ دیا ہے۔ تاریخ طبری میں بھی یہ قصہ یونہی آیا ہے فقط ایک لفظ کا فرق ہے یعنی اس میں یوں ہے۔

لو فعلت ذالک رجعت الی بیتی فاعرست ببعض نسائک (جلد ۳ صفحہ ۱۹۱)

تاریخ ابو الفداء میں تَعَرَّسْتَ اور طبری میں اَعْرَسْتَ ہے۔ دونوں کے معنی ہیں "مرد کا عورت سے دِل بہلانا"۔

کیسا صاف مضمون اور بیوی خاوند کا روزانہ دل بہلاوا ہے۔ اسی لئے سر میور نے بھی اس عنوان کے ذیل میں اس واقعہ کو لکھا ہے۔ اس قسم کے واقعات کا جواب ہم تمہید میں دے چکے ہیں۔ مگر بیوی خاوند کے تعلقات اور محبت آمیز تفریحات کو وہی جانتے ہیں جو یہ تعلق رکھتے ہوں۔ لیکن جن کی اپنی یا اُن کے گُرو کی ساری زندگی اس قدرتی تعلق سے بے تعلق رہی ہو وہ اس مذاقِ اُلفت کو کیا جانیں۔ پنجابی مصرع ہے ؎

توں کی جانڑیں سار عشق دی اونٹ چراون والا ؎

گجا دانند حالِ ما سُبکسارانِ ساحلہا

صدیقہ کے نکاح پر سب سے اہم اور اکبر اعتراض اُنکی خُرد سالی ہے چنانچہ مخالف کے چُبھتے ہوئے الفاظ اس بارے میں یہ ہیں:۔

"محمد نے اس خُرد سال لڑکی سے جو عمر میں اُس کی پوتی تھی اپنی نسبت کیوں ٹھیرائی" صفحہ
پس ساری مخالفت کی جان یہی ایک اعتراض ہے۔ اس لئے ہم اسی کا جواب مفصل دیکر اس بحث کو ختم کرتے ہیں +

لطیفہ | حضرت خدیجہ عمر رسیدہ عورت کی شادی پر بھی مخالف معترض ہے۔ کہ اتنی سن رسیدہ مائی سے کیوں شادی کی۔ چنانچہ مہاشہ کے چُبھتے ہوئے اس بارے میں یہ الفاظ ہیں۔

"خدیجہ بیوہ تھی وہ بھی قریش یعنی محمد کی ہم قوم تھی۔ دو خاوند مر چکے تھے۔ آل اولاد والی تھی۔ بھلا محمد اور اس کی عمر کا کیا مقابلہ تھا" (رنگیلا صفحہ ۹)

حضرت خدیجہ کے بعد جب جوان عائشہ سے شادی کی تو اُس کی خُرد سالی پر معترض ہیں۔ کیا سچ ہے ؎

نہ از جورِ مردم رہد زیشت رُو — نہ شاہد زما مردمِ زشت گو

خیر اس ضمنی لطیفہ کے بعد ہم اصل بات پر آتے ہیں۔

میاں بیوی کی عمر میں کیا تناسب ہو؟ اس کی بابت علماء دھرم شاستر کے مختلف اقوال ہیں ہندوؤں اور آریوں کے مسلّمہ پیشوا منوجی اس بارے میں ہدایت فرماتے ہیں:۔

"تیس برس کی عمر کا لڑکا اور بارہ برس کی دختر کا وواہ کرے۔ یا چوبیس برس کا لڑکا اور آٹھ برس کی لڑکی کا وواہ کرے" (منوسمرتی باب ۹۔ شلوک ۹۴)

پس ایک شخص اپنے چوبیس سالہ لڑکے کی شادی کسی آٹھ سالہ لڑکی سے (جو وہ بھی ویدک دہرم کی پابند ہو) کر دے تو دھرم شاستر کے وروده (مخالف) نہ ہوگی۔ حالانکہ آجکل کے مشاہدہ سے یہ امر مشکل معلوم ہوتا ہے کہ آٹھ سالہ لڑکی بالغہ ہو کر چوبیس سالہ جوان کی برداشت کر سکے لاچار یہ کہنا پڑیگا کہ منوجی کے زمانہ میں (۸) برس کی لڑکی اُس طرح بالغہ ہو جاتی ہوگی جس طرح آجکل (۱۲) سال کی لڑکی بالغہ ہو جاتی ہے۔ (۸) اور (۱۲) کے درمیان ہے (۱۰) ممکن ہے درمیانی زمانہ میں جو کہ اسلام کا زمانہ ہے دس سالہ لڑکی بالغہ ہو جاتی ہو۔ چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ سے خود یہ فیصلہ آتا ہے کہ لڑکی جب نو برس کی ہو جائے تو بالغہ ہے۔ کیونکہ وہ خود ایسی ہو گئی تھیں۔ دس سالہ عمر میں صدیقہ کا زفاف ہوا چنانچہ مخالف نے صفحہ ۲۰ پر اسے خود لکھا ہے۔

بحکم دھرم شاستر (۸) سالہ لڑکی کو چوبیس سالہ خاوند ملنا جائز بلکہ افضل ہے تو دس سالہ بالغہ کو تریپن سالہ خاوند ملنے پر کیا اعتراض؛ ہاں اعتراض اگر ہو سکتا ہے تو لڑکی کی چڑھتی طاقت اور خاوند کے بڑھتے ضعف کا ہو سکتا ہے۔ جس سے لڑکی کی خواہش کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے۔ ہم اس اعتراض کی قدر کرتے ہیں۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ طاقت اور ناطاقتی کیلئے عمر کا کوئی قانون نہیں۔ بہت سے مرد چھوٹی عمر میں کمزور ہوتے ہیں اور بہت سے اخیر عمر تک بھی طاقتور رہتے ہیں۔ اس کی پہچان کہ اس مرد میں قوت ہے یا نہیں بہت آسان اور روشن دلیل سے یوں واضح ہو سکتی ہے کہ چھوٹی عمر کی بیوی اور بڑی عمر کے خاوند میں بعد نکاح غیر معلوم وجہ سے اگر بگاڑ رہتا ہے تو سمجھو کہ بڈھا میاں کمزور ہے اور اگر دونوں میں محبت اور سلوک اچھا بلکہ بہت اچھا ہے تو سمجھو کہ بڑے میاں قابل ہیں۔ یہ ایک ایسی شناخت ہے کہ ہر ایک تجربہ کار خانہ دار اس کو صحیح جانیگا۔

اب تنقیح طلب بات یہ ہے کہ حضور علیہ السلام اور صدیقہ کے درمیان کامل محبت تھی یا نہیں۔ اس سے مہاشہ مخالف کو بھی انکار نہیں۔ چنانچہ اُس کے مختصر الفاظ یہ ہیں:۔

"محمد کے مرتے دم تک محمد کی گھر والی دل و جان کی مالک ہمراز عائشہ ہی تھی" ص۲۱

دوسری شہادت تمہارے بڑے بھائی پنڈت کالی چرن کی ہے جو ہندی رسالہ "وچتر جیون" میں لکھتا ہے۔

"عائشہ بھی محمدؐ صاحب پر عاشق تھی" (صفحہ ۱۶۵)

اسی بڑے بھائی نے بحوالہ مدارج النبوۃ لکھا ہے کہ

حضور علیہ السلام کو تیس آدمیوں کے برابر طاقت تھی" (صفحہ ۱۴۷)

پس جب آنحضرت کی رجولیت (مردانہ طاقت) کا اعتراف خود مخالفوں کو بھی ہے تو پھر ایک نو عمر لڑکی سے شادی کرنا کونسی عقلی یا نقلی دلیل کے خلاف ہے۔

چیلنج کا جواب پنڈت کالیچرن نے اپنے رسالہ "وچتر جیون" کے صفحہ ۱۴۸ پر مسلمانوں کو چیلنج دیا ہے کہ ۹ سالہ لڑکی سے تریپن سالہ مرد کی صحبت کو طبی اصول سے صحیح کر دکھائیں۔ غالباً اُن کا خیال ہے کہ اتنی عمر کی لڑکی نابالغہ ہوتی ہے۔ اس لئے عائشہ صدیقہ

بھی نابالغہ ہوگی۔ ہم اصولاً ان سے متفق ہیں کہ نابالغہ لڑکی سے ملاپ صحیح نہیں مگر (۹-۱۰) سالہ لڑکی اگر نابالغہ ہو تو (۸) سالہ کیسے بالغہ ہوگی جسکو (۲۴) سالہ نوجوان طاقتور کے حوالہ کیا جاتا ہے (دیکھو منوجی کا حوالہ مذکورہ) پس اگر (۸) سالہ لڑکی کا چوبیس سالہ جوان سے ملاپ درست ہے تو (۱۰) سالہ لڑکی کا ترپن سالہ بڈھے سے ملنا کیوں نادرست ہے؛ خاص کر اس حال میں کہ دس سالہ لڑکی بالغہ ہو اور ترپن سالہ طاقتور پیر نوجوان۔

سماجیو! شیشہ کا گھر بنا کر دوسروں پر پتھر برسانا ہے
کہو جی کون دھرم ہے؟

حضرت امُ المومنین زینب
(رضی اللہ عنہا)

زباں پہ بارِ خدایا یہ کس کا نام آیا — کہ میرے نطق نے بوسے میری زباں کے لئے

مخالف نے صفحہ ۲۷ سے صفحہ ۳۰ تک کوئی بات قابلِ جواب نہیں لکھی۔ صفحہ ۳۱ پر حضرت زینب کے نکاح کا ذکر کیا ہے۔ مگر وہی بازاری ٹھٹھا مخول جس کا کوئی ثبوت معتبر اسلامی کتابوں سے نہیں دیا۔

اس میں شک نہیں کہ اس قصے کے متعلق موافقین مخالفین نے بہت سی بے اعتدالیاں کی ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ اس قصے کو بے اعتدالیوں سے الگ کر کے اس کا اصل جوہر پبلک کے سامنے لائیں گو اس سے پہلے بھی ہم اپنی متعدد تصانیف میں ذکر کر چکے ہیں۔ لیکن آج اس کو خاص صورت میں پیش کرتے ہیں۔

ملک عرب میں ہندوستان کی طرح دستور تھا کہ اولاد نہ ہونے کی صورت میں دوسرے کے لڑکے کو متبنّٰی (لے پالک) بنا لیتے۔ اُس کو مثل اپنے صلبی بیٹے کے جانتے۔ اسی کا نتیجہ یہ تھا کہ اُس متبنّٰی کی بیوی کو مثل سگی بہو کے سمجھتے۔ چونکہ یہ رسم قانون قدرت کے خلاف تھی کیونکہ باپ بیٹے کا تعلق بیج اور درخت کی طرح قدرتی ہے جو متبنّٰی میں نہیں پایا جاتا متبنّٰی کو مثل صلبی بیٹے کے جاننا قانون قدرت کے برخلاف صریح اور رسم قبیح ہے۔ پیغمبر اسلام جن رسومات

قبیحہ کی اصلاح کرنے کو آئے تھے اُن میں ایک رسم یہ بھی تھی جس کو رسم تبنیٰ کہتے ہیں۔ چونکہ یہ ایک عام اور بہت مقبول رسم تھی۔ اس لئے اس کی اصلاح بھی صرف زبانی وعظ نصیحت سے نہیں ہو سکتی تھی بلکہ۔ وعظ و نصیحت کے علاوہ مثال کی بھی محتاج تھی۔ چنانچہ اس کی اصلاح کے لئے دو دو طریق اختیار کئے گئے۔ وعظ و نصیحت تو ان لفظوں میں فرمایا گئے

مَا جَعَلَ اَدْعِيَاۤءَكُمْ اَبْنَاۤءَكُمْ ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِاَفْوَاهِكُمْ وَاللّٰهُ يَقُوْلُ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِى السَّبِيْلَ ۔ اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَاۤئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ فَاِنْ لَّمْ تَعْلَمُوْۤا اٰبَاۤءَهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ فِى الدِّيْنِ ۔ (پ ۲۱ ع)	خدا نے تمہارے لے پالکوں کو تمہارے بیٹے نہیں بنایا۔ یہ تمہارے مونہوں کی باتیں ہیں۔ اللہ سچ کہتا ہے اور سیدھی راہ کی ہدایت کرتا ہے۔ اُن کو اُن کے باپوں کے نام سے بلایا کرو۔ اللہ کے نزدیک یہ بہت انصاف ہے۔ ہاں اگر تم انکے باپ کو نہ جانتے ہو تو سمجھو کہ وہ دین میں تمہارے بھائی ہیں۔ (پس انکو بھائی کہا کرو۔ بہر حال بیٹا مت کہا کرو)

کیسی نیچرل تعلیم ہے کہ جس کو قدرت نے نہیں جوڑا۔ تم اُس کو قدرتی کی طرح مت سمجھو۔ بلکہ اُس کے اصل سے اُس کا ملاپ ظاہر کرنے کو اُنکی اصل و لدیت بُلایا کرو۔

یہ لفظی تعلیم اتنی بڑی رسم قبیح کی اصلاح کیلئے کافی نہیں ہو سکتی تھی۔ اس لئے خدا نے مثال قایم کرنے کیلئے اُسی مصلح اعظم (صلی اللہ علیہ وسلم) کو منتخب کیا جس کا نام قرآنی اصطلاح میں اسوہ حسنہ رکھا گیا ہے۔ آنحضرت کو زید بن حارثہ (غلام) سے بہت محبت تھی۔ یہانتک کہ رسم ملکی کے مطابق (منع سے پہلے) لوگ اس کو زید ولد محمد کہتے تھے۔ اس زید (آزاد غلام) کا نکاح بھی حضور نے اپنے قریبی رشتہ میں ایک بڑی شریف لڑکی زینب سے کرا دیا تھا جو حضور کے ہاتھوں میں پلی تھی۔ مگر اتفاق سے میاں بیوی میں سوءمزاجی پیدا ہوئی جس کی انتہا یہانتک پہنچی کہ میاں نے ارادہ کر لیا کہ مَیں اسے چھوڑ دوں۔ چونکہ یہ عقد نکاح حضور علیہ السلام نے بڑی کوشش سے خود کرایا تھا۔ اس لئے آپ نے زید کو بہت سمجھایا۔ مگر وہ نہ مانا۔ یہانتک کہ اُس نے زینب کو طلاق دیدی۔ اس سارے قصے کا ثبوت قرآن مجید کی آیات بینات میں ملتا ہے جو یہ ہیں:۔

إِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِیْ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاَنْعَمْتَ عَلَیْهِ اَمْسِكْ عَلَیْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللّٰهَ وَتُخْفِیْ فِیْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِیْهِ وَتَخْشَی النَّاسَ ج وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشٰهُ ط فَلَمَّا قَضٰی زَیْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا لِكَیْ لَا یَكُوْنَ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ حَرَجٌ فِیْٓ اَزْوَاجِ اَدْعِیَآئِهِمْ اِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا ط وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ○

(پارہ ۲۲ - ع)

"(اے پیغمبر اس بات کو یاد کرو کہ) جب تم اُس شخص کو سمجھاتے تھے (یعنی زید بن حارثہ کو) جس پر اللہ نے (اپنا) احسان کیا (کہ اس کو اسلام کی توفیق دی) اور تم بھی اُس پر احسان کرتے رہے۔ کہ اپنی بی بی (زینب) کو اپنی زوجیت میں رہنے دے اور اللہ سے ڈر (اور اس کو چھوڑ نہیں) اور تم اُس (بات) کو اپنے دل میں چھپاتے تھے جسکو (آخر کار) اللہ ظاہر کرنیوالا تھا اور تم (اس معاملے میں) لوگوں سے ڈرتے تھے اور خدا اس کا زیادہ حقدار ہے کہ تم اس سے ڈرو۔ پھر جب زید اُس (عورت) سے بے تعلقی کر چکا (یعنی طلاق دیدی اور عدت کی مدت پوری ہوگئی) تو ہم نے تمہارے ساتھ اُس (عورت) کا نکاح کر دیا تاکہ (عام) مسلمانوں کے لے پالک جب اپنی بیبیوں سے بے تعلق ہو جائیں تو مسلمانوں کیلئے اُن (عورتوں سے نکاح کر لینے) میں کسی طرح کی تنگی نہ رہے اور خدا کا حکم تو ہو کر ہی رہیگا"۔

ان آیات میں ایک لفظ زَوَّجْنٰكَهَا آیا ہے۔ جو قابل غور ہے۔ اس میں شک نہیں کہ بہت سے مسلمان مصنفوں سے بھی اس میں کوتاہی ہوئی ہے کہ انہوں نے اس لفظ سے یہ سمجھا ہے کہ حضور کا یہ نکاح زمین پر نہیں ہوا تھا بلکہ آسمان ہی پر ہوا تھا اور بس۔ حالانکہ امر واقعہ یہ ہے کہ باقاعدہ نکاح ہوا۔ زینب کا بھائی ابو احمد اس کی طرف سے ولی بنکر شریک مجلس ہوا۔ چنانچہ تاریخ ابن ہشام کے الفاظ اس واقعہ کے متعلق یہ ہیں:۔

تزوج رسول الله صلی الله علیه وسلم زینب بنت جحش وزوجه ایاها اخوها ابو احمد بن جحش واصدقها رسول الله صلی الله علیه وسلم اربعمائة درهم (سیرت ابن ہشام بحاشیہ زاد المعاد مطبوعہ مصر صفحہ ۲۲۴)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زینب بنت جحش کے ساتھ نکاح کیا اور اُس کے بھائی ابو احمد نے اُس کی ولائت کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زینب کو چار سو درہم مہر دیا۔

پس اس شہادت واقعہ کو ملحوظ رکھکر آئت (زَوَّجْنٰکَهَا) کے یہ معنی ہوئے کہ "ہم (خدا) نے تجھے (اے نبی) اُس (زینب) کے نکاح کی اجازت دی"!

بعض روائتوں میں آتاہے کہ زینب فخر کرتی تھی کہ میرا نکاح آسمان پر ہوا ہے۔ اُس کے معنی بھی یہی ہیں فخر یہ تھا کہ خاص ذکر کرکے نکاح کی اجازت بالفاظ قرآن کسی دوسری بیوی کو نہیں ہوئی۔ چنانچہ حضور نے زینب سے نکاح کا ولیمہ وغیرہ رسوم نکاح جو ادا کیں۔ اُن کا ثبوت کثرت سے روایات میں ملتا ہے۔ پس واقعہ اتنا ہے کہ اس رسم قبیح (متبنےٰ مثل اولاد ہونے) کو مٹانے کی غرض سے یہ مثال قایم کی گئی۔ چنانچہ خود قرآن مجید میں اس کی حکمت ان لفظوں میں بیان کیگئی ہے

لِكَيْلَا يَكُونَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ حَرَجٌ فِي أَزْوَاجِ أَدْعِيَائِهِمْ إِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا	(نکاح کی اجازت آپ کو) اس لئے دیگئی ہے کہ مسلمانوں پر اُن کے لے پالکوں کی بیویوں کے نکاح میں کوئی رکاوٹ نہ ہو جب وہ لے پالک اُن بیویوں سے اپنا تعلق قطع کرلیں۔

یعنی اگر ایسا اتفاق پیدا ہو جائے تو نکاح حرام نہ جانیں۔ اس حکمت اور مصلحت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ہر مسلمان اپنے متبنےٰ کی بیوی سے (جب وہ طلاق دیدے) نکاح کر سکتا ہے۔ تو کیا اسی طرح کہ اس عورت (لے پالک کی بیوی) سے میرا نکاح آسمان پر ہوا ہے (نہیں) ہرگز کوئی مسلمان اس کا حوصلہ نہیں کر سکتا۔ نہ کوئی مفتی اس کا فتوےٰ دے سکتا ہے۔ بلکہ یہی فتوےٰ ہے کہ بعد انقضاء عدت کے باقاعدہ نکاح کرے +

ہاں ہم مانتے ہیں کہ بعض تفسیروں میں یہ قصہ یوں آیا ہے کہ "حضور نے زینب کو دیکھا تو اپنے حسن کی وجہ سے پیاری معلوم ہوئی بلکہ آپ کے دل میں گھر کر گئی۔ زینب نے یہ ذکر اپنے خاوند زید سے کیا تو اُس نے ناپسند کیا کہ ایسی عورت کو میں اپنی بیوی بناؤں جس سے آنحضرت کو محبت ہو"

ہمیں تسلیم ہے کہ یہ روایت بعض تفسیروں میں ہے۔ مگر ساتھ اس کے اس کی تردید بھی ہے چنانچہ تفسیر خازن وغیرہ میں اس روایت کے متعلق یہ الفاظ ہیں:۔

هذا اقدام عظیم من قائله و قلة معرفته بحق النبی صلی اللہ علیه وسلم وبفضله وکیف یقال انها	ایسا کہنا (کہ آنحضرت زینب کو دیکھکر مغلوب المحبت ہو گئے) اس قائل کی طرف سے اُس کی عدم معرفت کی وجہ سے نبوت پر سخت حملہ ہے۔ کس طرح یہ کہا جا سکتا ہے کہ زینب کو

فاعجبته وهي بنت عمته ولم يزل يراها منذ ولدت ولا كان النساء يحتجبن منه صلى الله عليه وسلم وهو زوجها لزيد فلا يشك في تنزيه النبي صلى الله عليه وسلم عن ان يامر زيدا بامساكها وهو يحب تطليقه اياها كما ذكر عن جماعة من المفسرين - (تفسیر خازن مطبوعہ مصر جلد دوم صفحہ ۴۶۸)

دیکھا اور وہ آپ کو پسند آئی حالانکہ وہ حضور کی پھوپھی زاد تھی۔ ہمیشہ حضور اُس کو دیکھا کرتے۔ کیونکہ عورتیں پردہ نہیں کرتی تھیں (پردہ کا حکم زینب کے ولیمہ کے بعد نازل ہوا تھا) حضور نے خود اُس کا نکاح زید سے کیا تھا۔ پس ایسے بیہودہ **الزام** سے کہ حضور زید کو زینب کے رکھنے کا حکم کرتے تھے اور دل میں اُس کی طلاق چاہتے۔ حضور کی بریت میں شک نہیں ہو سکتا۔ یہ الزام بعض مفسرین سے منقول ہے“

پنڈت کالی چرن کی دیانت اور امانت

یہ وہی پنڈت جی ہیں جن کا ذکر شروع سے آرہا ہے کہ اُنہوں نے بھی حضور علیہ السلام کی زندگی کے حالات میں ایک کتاب بزبان ہندی (ناگری) لکھی ہے جس کا نام ہے ”وچترجیون“ آپ نے وہی روش اختیار کی ہے جو عام طور پر آریہ سماجی مصنفوں خصوصاً تردید اسلام میں عیسائیوں کے مقلدوں کی ہے کہ بغیر دیکھے اصل کتاب کے اور بغیر سمجھے اصل مضمون کے اپنے لفظوں میں واقعات بتا کر مخلوق خدا کو دھوکہ دیکر خدا کے سچے دین اسلام اور پیغمبر اسلام علیہ السلام سے منحرف کرتے ہیں۔

آریہ سماج کی شکایت

اور کسی کو کس طرح کی ہوگی۔ ممکن ہے کسی کو شدھی میں ناجائز کارروائی کی ہو۔ یا کسی کو اعتراضات میں تلخ کلامی کی ہو۔ لیکن ہمیں جو بڑی شکایت ہے وہ ان کی بے انصافی کی ہے جو تعصّب پر مبنی ہے۔

خدا گواہ ہے

میں اپنی ذات سے کہتا ہوں۔ اسلام پر اعتراض سننے سے میں کبھی نہیں گھبراتا۔ نہ ناراض ہوتا ہوں۔ نہ شکایت کرتا ہوں۔ کیونکہ قرآن مجید کو میں ایک بڑی اعلیٰ درجہ کے مناظرہ کی کتاب پاتا ہوں جبکہ وہ بڑی فراخدلی سے مخالفوں کے اعتراض سنتا اور جواب دیتا ہے تو پھر مجھے اُن کے اعتراضوں سے کیوں رنج یا ملال ہو۔ سب مجھے شکایت ہے تو یہ ہے

کہ مخالفین اسلام خصوصاً آریہ سماجی بہ تقلید سوامی دیانند اصلی مفہوم سمجھنے سے پہلے قرآنی اور حدیثی الفاظ میں اپنا مفہوم داخل کر کے اعتراض کرنے لگ جاتے ہیں۔ بلکہ اب تو اُن کی یہ حالت ہو گئی ہے کہ الفاظ بھی اپنے پاس سے بنا لیتے ہیں۔ گزشتہ واقعات کے علاوہ ناظرین مندرجہ ذیل واقعہ سنیں۔ پنڈت کالیچرن اپنے رسالہ دچتر جیون میں حضرت ام المؤمنین زینب کے نکاح کی بابت بحوالہ کتاب مدارج النبوۃ اور روضتہ الاجباب لکھتے ہیں۔

"محمد صاحب ایک دن زید کے گھر گئے اور بیٹے[1] (زید) کی بہو کو ایسے کپڑوں میں دیکھا کہ اُس کا حُسن نہ چھپ سکا۔ پیغمبر صاحب کی طبیعت نے جوش کھایا! اور مزے میں چلا اُٹھے سبحان اللہ مقلب القلوب۔ زینب نے یہ بات سنی ان سنی کر دی اور اپنے خاوند کو یہ بات بتائی (اُس کے خاوند) زید نے زینب کو طلاق دیدی۔ اور پھر حضرت نے اُس سے شادی کر لی۔" (صفحہ ۷۶، ۱)

ہم نے ان دونوں حوالوں کی تلاش پنڈت جی کی بتائی ہوئی کتابوں میں کی تو ان میں اس قصے کا ذکر اس طرح نہیں پایا۔ بلکہ پنڈت جی کی پُوری تردید پائی چنانچہ اُن کتابوں کی اصل عبارت مع ترجمہ نذرِ ناظرین ہے:۔

پنڈت جی نے دو کتابوں (مدارج النبوۃ اور روضتہ الاحباب) کا حوالہ دیا ہے۔ اُن میں سے پہلی کتاب (مدارج) میں خود روضتہ الاحباب کا حوالہ دیکر اُس کی عبارت نقل کر دی ہے اس لئے ہم بھی روضتہ الاحباب ہی سے نقل کرتے ہیں۔ مصنف روضہ مذکور لکھتے ہیں:۔

اصل فارسی عبارت	ترجمہ
نقلست کہ آنسرور زینب را برائے زید خواستگاری نمودہ۔ زینب پنداشت کہ برائے خود مے خواہد	روائت ہے کہ آنحضرت نے زینب کو زید کے لئے نکاح کا پیغام دیا۔ زینب نے سمجھا کہ حضور نے

[1] کیا ہی اچھا ہوتا کہ بجائے بیٹے کے متبنٰے یا لے پالک لکھتے مگر ایسا کہنے سے اُن کا مقصود حاصل نہ ہوتا اور ناواقفوں کو فریب کیسے دیتے چنانچہ آریہ سماجیوں نے ہندی میں ایک ٹریکٹ شایع کیا ہے جس کا نام ہی انہی لفظوں میں ہے یعنی "بیٹے کی بہو سے بیاہ"۔ کس قدر غلط گوئی اور دروغ بافی ہے کہ لے پالکوں کو بیٹا کہا جائے خاصکر اُس قوم کے سامنے جو بپابندی قانون قدرت اور بمطابق تعلیم مذہب ایسا کہنا ناجائز جانتے ہوں (اُف رے ظلم!!!) (منہ)

آں خطبہ را قبول نمود وچوں دانست کہ
خواستگاری برائے زید بودہ ابا کرد وسر باز
زد۔ چہ زینب صاحب جمال ددختر عمۂ آنحضرت
ودروے حدّت وتندی بود۔ گفت یارسول اللہ
من زید را نمے خواہم چرا کہ وے آزاد کردہ ایست
وبرادرِ زینب عبداللہ بن جحش دریں ابا
باخواہر متفق بود۔

ودروایتے آنکہ زینب گفت یارسول اللہ
تحقیق کہ خاطرت میخواہد کہ زید شوہر من باشد
فرمود آرے گفت چوں چنین است۔
من نافرمانی رسولِ خدا نمے خواہم ایں خطبہ
را قبول کردم پس حضرت وے را بزنی بزید
داد وباسم مہر دہ دینار زر سرخ وشصت
درہم ومقنعہ وچادرے وپیراہنے وپنجاہ مدّ
گندم وسی صاع خرما برائے زینب فرستاد
ومدت یکسال یا بیشتر زینب با زید بود۔ القصہ
بعد از تزویج ایشاں حق تعالیٰ پیغمبر خویش
را اعلام کرد کہ در علم قدیم ما چنیں مقرر شدہ
کہ زینب داخلِ زنان تو گردد۔ پس میان
زید وزینب ناسازگاری پیدا شد۔ چنانچہ
میان بعض ازواج مے باشد تا بغایتے کہ زید
بہ تنگ آمد وبنزد آنسرور رفت واز زینب
شکایت کرد وگفت یارسول اللہ میخواہم

اپنے لئے پیغام دیا ہے۔ اس لئے اُس نے پیغام قبول
کر لیا۔ مگر جب اُسے معلوم ہوا کہ زید کیلئے پیغام ہے۔ تو
اُس نے انکار کر دیا۔ کیونکہ زینب بڑی خوبصورت اور آنحضرت
کی پھوپھی زاد تھی اُسکی طبیعت میں ذرہ تیزی بھی تھی اس لئے
اُس نے کہا حضور میں آزاد شدہ غلام کے ساتھ نکاح کرنا
پسند نہیں کرتی۔ اس انکار میں زینب کا بھائی بھی
شریک تھا۔

ایک روایت میں ہے کہ زینب نے کہا یہ امر آپ کے
من پسند ہے کہ زید میرا خاوند ہو حضور نے فرمایا ہاں
زینب نے کہا جب ایسی بات ہے تو میں بھی اللہ کے
رسول کی بے فرمانی نہیں کرتی۔ لہذا مجھے بھی یہ پیغام
منظور ہے۔ پس حضور نے زینب کو زید سے بیاہ دیا
بعد نکاح کے اللہ تعالےٰ نے حضور کو بذریعہ کشف
اطلاع دی کہ ہمارے علم میں یہ بات مقدر ہے کہ زینب
آپ کی بیوی ہو گی۔ اس کے بعد واقعی طور پر
میاں بیوی (زید اور زینب) میں کچھ سوء
مزاجی پیدا ہو گئی۔ یہاں تک کہ زید تنگ آگیا
اور حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر بولا۔
حضور! میں ارادہ کر چکا ہوں کہ زینب کو
طلاق دیدوں۔ کیونکہ وہ میرے ساتھ
بہت بدسلوکی اور تندخوئی اور زبان
درازی کرتی ہے۔ حضور
نے فرمایا اللہ سے ڈر

کہ زینب را طلاق دہم کہ با من بسیار تند خوئی میکند و زبانش بر من دراز گشتہ حضرت فرمود زن خود را نگاہدار و از خدا بترس فاما چوں از حقتعالیٰ معلوم کردہ بود کہ زینب داخل زوجات وے خواہد بود خاطر مبارکش میخواست کہ زید ویرا طلاق دہد۔ لاکن شرم داشت کہ او را امر کند بطلاق زینب و نیز ازاں مے اندیشید کہ مردم گویند زن پسر خواندہ خود را میخواہد و حال آنکہ در جاہلیت زن کسے را کہ بہ پسرے قبول کردہ بودند حرام میدانستند ہمچو زن پسر صلبی خود۔

نقلست کہ چون عدت زینب منقضی شد پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم زید را گفت برو و زینب را برائے من خواستگاری نما و حکمت در تخصیص زید بآں کار تواند بود کہ مردم گماں نبرند کہ آں قصہ بر سبیل قہر واقع شدہ و بے رضائے زید و معلوم شود کہ در دل زید حب زینب باقی نبودہ بآن معنی خوشنود بودہ

لیکن چونکہ خدا کے علم میں تھا کہ زینب حضور کی بیویوں میں داخل ہوگی اس لئے حضور کے دل میں آیا کہ زید اس کو طلاق دیدے۔ لیکن اُس کو طلاق کا حکم دینے سے شرم آتی تھی کہ لوگ کہینگے کہ اپنے لے پالک بیٹے کی بیوی سے شادی کرلی ہے۔ حالانکہ عرب میں بزمانہ جاہلیت لے پالک کی بیوی کو سگی بہو کی طرح جانتے تھے۔

زید کے طلاق دینے کے بعد جب زینب کی عدت پوری ہوگئی تو پیغمبر صاحب نے زید ہی کو زینب کے پاس اپنا پیغام نکاح دیکر بھیجا۔ زید کو اسلئے یہ کام سپرد ہوا کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ زینب کو طلاق دینا حضور کے جبر سے نہ ہوا تھا حالانکہ زید راضی نہ تھا اور معلوم ہو جائے کہ زید کے دل میں زینب کی محبت نہ رہی تھی۔ اسی وجہ سے وہ یہ کام کرنے پر راضی تھا۔

(غرض اس کے بعد بطریق مندرجہ صفحہ ۴۳ کتاب ہذا نکاح ہوگیا)

نوٹ اس عبارت میں جو یہ ذکر ہے کہ حضور دل میں چاہتے تھے کہ زید طلاق دے یہ قائل کا اپنا خیال ہے ورنہ در اصل صحیح بات جو قرینہ صحیحہ سے معلوم ہوتی ہے یہ ہے کہ حضور کے دل میں یہ تھا کہ میرے ہی زور دینے سے زینب نے زید سے نکاح کرنا منظور کیا تھا۔ اب زید کے طلاق دینے سے جو تکلیف زینب کو ہوگی اُس کی ذمہ واری مجھ پر عاید ہوگی اس لئے اگر زید طلاق دینے سے باز نہ آیا تو اس کی تلافی میں یوں کرونگا کہ زینب کے ساتھ خود نکاح کرلونگا۔ لیکن

ایسا کرنے سے ملکی رسم مانع تھی۔ قرآن مجید کی آیت - وَتُخْفِیْ فِیْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِیْهِ یہی مضمون بتارہی ہے جو ہم نے بتایا ہے +

سماجی مترو! عبارت مرقومہ کو غور سے پڑھو اور بتاؤ کہ پنڈت کالی چرن نے جو دعویٰ کیا ہے کہ حضور علیہ السلام نے زینب کو باریک لباس میں دیکھا جس سے دل قابو میں نہ رہا اور زینب نے زید سے یہ واقعہ ذکر کیا وغیرہ وغیرہ۔ اس دعوے کا ثبوت اس عبارت منقولہ میں ہے؟۔ اگر ہے تو ہمیں اطلاع دو نہیں تو پنڈت جی سے پوچھو کہ آریہ دھرم کے مطابق جھوٹ بولنے اور لکھنے والا کس جُون میں جائیگا؟ ہاں تم سماجی متروں سے ہم صرف یہ نویدن (عرض) کرتے ہیں کہ اپنے چوتھے اصول کو یاد کرکے اس پر عمل کرو ورنہ عالم الغیب خدا (انتریامی پرماتما) کے سامنے جوابدہی کے لئے تیار ہو جاؤ ؎

عجب مزا ہو کہ محشر میں ہم کریں شکوہ ۔۔۔ وہ منّتوں سے کہیں چُپ رہو خدا کیلئے

تحقیقی بات یہ ہے کہ زینب کو دیکھنے یا اُس کی محبت دل میں رکھنے اور چھپانے کا قصہ نہ تو خود حضور نے بتایا ہے۔ نہ کسی صحابی سے روائت آئی ہے حالانکہ یہی دو ذریعے حقیقت حال معلوم کرنے کے تھے۔ یہ روائت پچھلے لوگوں میں سے دو شخصوں سے آئی ہے جن کے نام ہیں محمد بن یحییٰ بن حبان اور ابن زید اور دونوں نچلے طبقے کے ہیں جنکو اصل حال کا علم نہیں محض اپنے دل سے ایسی بات کہہ دی جو خود نبی سے یا کسی صحابی سے اُنہوں نے نہیں سُنی تھی۔ اس لئے بطریق اصول محدثین یہ بات سند نہیں ہو سکتی ہے۔ اسی لئے علمائے محققین نے اسکی تردید بڑی شرح وبسط سے لکھی ہے۔ جو تفسیر خازن سے اوپر نقل ہوئی ہے +

مختصر یہ ہے کہ متبنّٰے کی رسم جس سے اہل عرب اور اہل ہند اصلی معنی میں لے پالک کو بیٹا جانتے تھے قانون قدرت کے صریح خلاف ہے۔ اس لئے دنیا کے "مصلح اعظم" صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خدا نے اسکی اصلاح کرائی۔ مگر جو لوگ اس رسم سے بھی زیادہ ناپسندیدہ رسوم کے قائل بلکہ پابند ہیں اُن کے خلاف طبع ہوئی۔

اس رسم سے بدترین رسم وہ ہے جس کا نام نیوگ ہے جس کی صورتیں دو ہیں:۔

ل آریوں کا چوتھا اصول ہے کہ سچ کو ماننے اور جھوٹ کو چھوڑنے کے لئے ہر وقت تیار رہنا چاہئے۔ (ہاتھی کے دانت)

(۱) کوئی مرد اپنے میں قوت مردانگی نہ پائے تو اپنی استری (بیوی) کو اجازت دے کہ تو کسی اور سے بچہ پیدا کرا +

(۲) دوسری صورت یہ ہے کہ کوئی مرد لاولد مرجائے تو اُس کی بیوہ عورت کسی جوان سے نیوگ کرکے اولاد پیدا کرے۔ اُس اولاد کی بابت آریوں کے گرو سوامی دیانند لکھتے ہیں:۔

"لڑکے کے دیرج داتا (نطفہ والے باپ) کے نہ بیٹے کہلاتے ہیں نہ اُس کا گوتر ہوتا ہے اور نہ اُس کا اختیار اُن لڑکوں پر رہتا ہے۔ بلکہ وے متوفی خاوند (جس سے اُن کو نطفہ کا تعلق نہیں اُس) کے بیٹے کہلاتے ہیں اُسی کا گوتر رہتا ہے اور اُسی کی جائداد کے وارث ہوکر اُسی گھر میں رہتے ہیں۔" (ستیارتھ پرکاش باب ۴۔ نمبر ۱۱۱)

ماشاءاللہ! کیا ہی نیچرل تعلیم ہے۔ بیج کسی کا اور پھل کسی کو

سماجیو! نیم و دھرم سے کہنا۔ یہی تعلیم ہے جس کی بابت تم کہا کرتے ہو کہ جہاں سائنس جائیگا ویدک جھنڈا وہاں پہلے لہرائیگا؟

چونکہ آریہ سماجی اس قسم کی ناپسندیدہ رسوم کے پابند ہیں۔ اس لئے اُن کو یہ سخت ناگوار ہوا کہ رسم متبنٰی کی کیوں اصلاح کی گئی۔ چنانچہ رنگیلے مہاشہ نے نکاح زینب کے متعلق جو کچھ لکھا ہے وہ قابل دید و شنید ہے۔ ناظرین ہماری مرقومہ بالا تقریر کو ملحوظ رکھکر رنگیلے مہاشہ کی سُنئے۔ جس کے الفاظ یہ ہیں:۔

"ایک دن محمد زید کی عدم موجودگی میں اس کے گھر جا نکلا۔ چلمن کے پیچھے زینب بیٹھی تھی۔ اُس نے رسول کی آواز سُنی تو جلدی سے اُسے اندر لانے کا اہتمام کرنے لگی۔ محمد کی نگاہ اُس کے حُسن بے حجاب پر پڑی۔ دل پر بجلی سی گری۔ منہ سے نکلا سُبحان اللہ! تو کیسی خوبصورتی کی صنعت کرتا ہے۔

زینب نے یہ لفظ سُن لئے اور دل ہی دل میں پیغمبر کے دل پر قابو پا جانیکی خوشیاں منانے لگی۔ زید سے شاید اُس کی نہ بنتی تھی۔ لاکھ محمد کا متبنٰی ہو۔ آخر غلام تھا۔ اور یہ خالص قریش۔ زید آیا تو اس سے زینب نے اس ماجرا کا ذکر کیا۔ محمد سے عقیدت سمجھو یا شاید اُس کا دل بھی پہلے سے ہی زینب سے کھٹا ہو۔ دوڑا دوڑا محمد کے پاس گیا

اور اپنی بیوی کو جس پر اب محمد کا دل آچکا تھا۔ طلاق دینے کی آمادگی ظاہر کی۔ محمد نے روکا اور کہا آپس میں خوشی خوشی گزارہ کرو۔ لیکن زید کو اُس بیوی کا خاوند رہنے سے حاصل؟ جو دل دوسرے کو دے چکی ہے؛ اُس نے زینب کو طلاق دے ہی دیا۔

اب زینب محمد کے گرد ہوئی[۱]۔ کہ مجھے اپنی خدمت گاروں میں لیجئے۔ محمد کو پس و پیش کہ خواہ مخواہ بدنامی ہوگی۔ آخر وحی نے مشکل حل کی اور سورہ اتری۔

خدا نے انسانوں کو دو دل نہیں دیئے .... نہ تمہارے گود لئے بیٹے اپنے بنا دیے ہیں۔ جو تم کہتے ہو۔ یہ تمہارے منہ سے نکلتا ہے۔ مگر اللہ حقیقت سے واقف ہے۔ وہ راہ راست دکھاتا ہے۔ تمہارے متبنّوں کو چاہیئے۔ کہ وہ اپنے باپ کے نام سے مشہور ہوں اور جب تو نے ایک ایسے بندے سے جس پر اللہ کا بھی فضل ہے اور تیرا بھی فضل ہے۔ کہا کہ تو اپنی بیوی اپنے پاس رکھ اور اللہ کا خوف کر اور تو نے اپنی چھاتی میں چھپایا۔ جو اللہ کی مرضی تھی کہ ظاہر ہو اور تو انسان سے ڈرا حالانکہ اللہ زیادہ قابل ہے ڈرنے کے۔

اور جب زید نے طلاق کی رسم پوری کر دی۔ ہم نے تجھے اس سے بیاہ دیا۔ تاکہ مومنوں کو اس کے بعد اپنے متبنّوں، کی بیویوں سے شادی کرنا بُرا نہ ہو بشرطیکہ اُن کی طلاق کی رسم پوری ہو چکی ہو۔ اور اللہ کا حکم ضرور پُورا ہوگا .... +

محمد تم میں سے کسی کا باپ نہیں۔ وہ اللہ کا رسول ہے اور خاتم المرسلین ہے۔ اور اللہ سب کچھ جانتا ہے۔" (سورہ احزاب رکوع ۵)

یہ الفاظ ہم نے اس لئے نقل کئے کہ محمد کے دل کی حالت کا پتہ ناظر کو لگ سکے۔ زینب کی زیارت کے بعد محمد نے جھوٹ موٹ کا تامل ظاہر کیا ورنہ دل میں عشق کی آگ اپنا اثر کر چکی تھی اور دم بدم بھڑک رہی تھی +

وحی ہوتی گئی اور محمد نے فوراً زینب کے پاس پیغام بھیجا۔ کہ پرماتما نے تجھے مجھ سے ملا دیا پھر تو نکاح کی بھی ضرورت نہ رہی[۲]۔ جہاں اللہ دل ملا دے۔ وہاں قاضیوں اور نکاح خوانوں

[۱] محض جھوٹ (مصنف) [۲] نکاح کا پیغام دیا اور باقاعدہ نکاح ہُوا۔ دیکھو صفحہ ۴۳ کتاب ہذا

کا بیچ میں پڑنا اِس پاک عقد کا مخول نہیں تو اور کیا ہے؟ عوام کی تشفی کرنا لازم تھا سو کہہ دیا۔ اللہ نے نکاح پڑھا ہے اور جبرائیل گواہ ہیں اور ان دو شرطوں کے علاوہ نکاح کی اور شرط بھی کیا ہے؟

"رنگیلے رسول کا یہ رنگ نہایت عجیب ہے۔ بیٹا بیٹا نہ رہا۔ بہو بہو نہ رہی"۔ (صفحہ ۴۳ تا ۴۴)

جواب | مخالف کی اس ساری تقریر کا جواب ہم پہلے ہی دے چکے ہیں۔ ناظرین بغور دیکھیں اور اس کا اپنا اعتراف دوبارہ پڑھیں جو یہ ہے:-

"آریہ شاستروں میں خانہ داری کی میعاد پچیس برس مقرر ہے۔ یہ میعاد محمدؐ نے نہایت پاکیزگی سے بسر کی اس لئے ہم اُسے آریہ خانہ دار کہہ سکتے ہیں" (صفحہ ۱۵)

سماجی سجنو! | انصاف کرو جو شخص پچاس برس کی عمر تک ایسا پاکیزہ اخلاق رہا ہو جسکی پاکیزگی پر تم خود بھی فخر کرو تو وہی (تمہارا آریہ خانہ دار) پچاس سے اوپر (۵۸) برسوں کی عمر کو پہنچے تو نفسانی جذبات سے مقہور ہو جائے؟ "ایں چہ بوالعجبی ست"

اصل بات | وہی ہے جو ہم نے بتائی ہے کہ ملک میں ایک قبیح رسم خلاف منشاء قانون قدرت جاری تھی یعنی دوسرے کے بیٹے کو اپنا بیٹا بنانے اور کہنے کی اُس رسمِ بد کی اصلاح کیلئے خدا نے اپنے نبی کو نمونہ بنایا۔ چونکہ آریوں میں بھی وہی بلکہ اُس سے بھی قبیح تر رسم رائج ہے۔ اس لئے وہ اس نکاح پر معترض ہوتے ہیں اور حضور علیہ السلام کی شان میں طرح طرح کی گستاخی کے الفاظ زبان اور قلم سے نکالتے ہیں۔ حالانکہ بات اصل یہ ہے کہ ؎

اُنہوں نے خود غرض شکلیں کبھی دیکھی نہیں شاید
وہ جب آئینہ دیکھینگے تو ہم اُن کو بتا دینگے

تنقیح طلب امر | حضرت زینب کے نکاح میں بحث طلب امر صرف ایک ہے وہ یہ کہ منہ بولا بیٹا قدرتی بیٹا ہو سکتا ہے؟ اہلِ اسلام اس کے منکر ہیں۔ ان کا بیان ہے کہ بیٹے باپ کا تعلق قدرتی ہے۔ اسی لئے بچہ باپ کا بیٹا تو کہلاتا ہے۔ مگر چچا کا بیٹا نہیں کہلاتا۔ نہ بیٹے کی طرح چچا کا وارث ہوتا ہے۔ برخلاف اس کے آریہ اور دیگر مخالفین اسلام خلاف قانون قدرت اس کو بیٹے کی طرح جانتے ہیں۔ دِل میں نہیں تو اسلام کے مقابلہ میں محض اظہار مخالفت کرنے کو ایسا کرتے ہیں۔ اس لئے اہلِ انصاف کے سامنے ہم اس تنقیح کو پیش کرکے دریافت کرتے ہیں

کہ کہیں ایسا ہوا کہ مصنوعی گلاب قدرتی گلاب کی طرح فرحت بخش ہو سکے؛ اگر نہیں تو رنگیلے مہاشہ کا یہ کہنا کیسا دھوکہ بلکہ فریب ہے کہ "بیٹا بیٹا نہ رہا بہو بہو نہ رہی"! ہاں - یوں کہنا چاہئے تھا کہ قدرتی اور بناوٹی بیٹے اور اصلی اور نقلی بہو میں فرق ہو گیا - کیا سچ ہے ؎

بس ہو رہیگا عشق و ہوس میں بھی امتیاز آیا ہے اب مزاج تیرا امتحان پر -

بہتان نئے رنگ میں

(حضرت ریحانہ رضی اللہ عنہا)

رنگیلے مہاشہ کی پختہ عادت ہے کہ اپنے دلی خیالات کو واقعات کی شکل میں پیش کرتا ہے جو ایک دیانتدار مصنف سے بہت دور ہے ہم نے اُس کے رسالہ میں کئی ایک جگہ ایسا دیکھا چنانچہ مندرجہ ذیل الفاظ اوس کے اسی قسم کے ہیں لکھتا ہے -

"ہجرت کے بعد محمد کو یہودیوں سے طرح طرح کی امیدیں تھیں - اس نے اُن سے دوستی کا رشتہ گانٹھا اُن کے مذہب کی تعریف کی اور اپنے مذہب کی حقانیت کا سرٹیفکیٹ بھی اُنہی سے حاصل کیا بعد میں جب اُس کے پیرووں کی تعداد بڑھ گئی تو وہی یہود محمد کیلئے بدظنی کا باعث ہوئے - خار بنکر اُس کی آنکھوں میں کھٹکنے لگے - ایک دن آیا جب اُن کا محاصرہ کیا گیا اور جب وہ معافی کے طلبگار ہوئے تو فیصلہ ہوا کہ انہیں قتل کر دیا جائے - سیکڑوں یہودی آن کی آن میں تلوار کی گھاٹ اُترگئے - ایک عورت کو بھی اس کی استدعا پر قتل کیا گیا" (صفحہ ۱۴)

ناظرین! اتنے بڑے دل آزار اور ہتک آمیز دل شکن دعوے کا حوالہ کسی معتبر اسلامی تاریخ سے نہیں دیا - اس لئے اس کا اصل جواب تو وہی تھا جو اُن کے گرو سوامی دیانند اور ایشیاء کے اُستاد الاخلاق شیخ سعدی مرحوم نے سکھایا ہے کہ ؎

جوابِ جاہلاں باشد خموشی

ؔ ستیارتھ پرکاش باب ۱۰ - نمبر ۳ ضمن ۷ -

لیکن ہم اسی جواب پر کفایت نہیں کرتے۔ بلکہ اس کو کھول کر بتاتے ہیں:۔

پیغمبر اسلام علیہ السلام نے یہودیوں کے مذہب کی کبھی تعریف نہیں کی نہ قرآن میں نہ حدیث میں نہ اُن سے کوئی خیر کی امید رکھی۔ بلکہ قرآن مجید میں صاف صاف اعلان ہے کہ یہودی مسلمانوں کے سخت ترین دشمن ہیں۔ غور سے پڑھئے۔

وَلَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا (پارہ ۷)

(ترجمہ) تم یہود اور مشرکین کو مسلمانوں کے حق میں سخت ترین دشمن پاؤ گے۔

یہ ہے مہاشہ کی پہلی کذب بیانی۔

ہاں آریوں کے گرُو سوامی دیانند نے ایسا کام کیا تھا کہ پہلے پہل ستیارتھ پرکاش میں ہندوؤں کو گانٹھنے کیلئے اُن کی رسم شرادھ وغیرہ کو جائز بتایا ملاحظہ ہو ستیارتھ پرکاش مطبوعہ ۱۸۷۵ء اس کے بعد جب آریوں کی تعداد کچھ نظر آنے لگی تو اس رسم کی سخت ترین تردید کر دی۔ غالباً مہاشہ کو شیشہ میں اپنا چہرہ نظر آیا ہوگا۔

محاصرہ کی تفصیل یہ ہے کہ حضور علیہ السلام جب مدینہ طیبہ تشریف لیگئے تو یہودان مدینہ سے باہمی امداد کا معاہدہ ہوا تھا۔ ہجرت کے چوتھے سال مشہور جنگ خندق کے موقع پر مشرکین مکہ نے جب مسلمانوں پر چڑھائی کی تو مدینہ کے یہودیوں کی دونوں قومیں بدعہدی کر کے اُن سے مل گئیں۔ چنانچہ اس کے متعلق مورخ ابن خلدون کے الفاظ یہ ہیں

کان بنو قریظة موادعین رسول الله صلی الله علیه وسلم فاتاهم حیی فاغراهم فنقضوا العهد ومالوا مع الاحزاب (البقیه جزء ثانی صفحه ۲۹)	یہود بنی قریظہ آنحضرت کے ہم عہد تھے اُن کے پاس ایک قبیلہ آیا اُس نے اُن کو بہکایا تو اُنہوں نے وعدہ توڑ دیا اور مخالفوں کی جماعت میں مل گئے

مورخ ابو الفداء کے الفاظ یہ ہیں

کان بنو قریظة قد عاهد والنبی صلی الله علیه وسلم فما زال علیهم اصحابهم من الیهود حتی نقضوا	بنو قریظہ (یہود) نے حضور کے ساتھ معاہدہ کر رکھا تھا۔ پھر اُنہوں نے وعدہ خلافی کی اور (جنگ احزاب میں) مخالف جماعتوں کے ساتھ مل گئے۔

العہد وصار دامع الاحزاب (صفحہ ۱۳۵)

اس غدر اور بدعہدی اور مخالفانہ جنگ کی سزا میں حضور علیہ السلام نے ان بدعہدوں کا محاصرہ کیا اور خود اُن کی درخواست سے سعد بن معاذ حکم مقرر ہوئے جنہوں نے فیصلہ دیا کہ ان بدعہدوں میں جو لڑنے کے قابل ہیں وہ قتل کئے جاویں اور زن اور بچوں کو لونڈی غلام بنایا جائے۔ جس عورت کے قتل کا ذکر مہاشہ نے کیا ہے اُس کا نام بنانہ تھا۔ جرم اُس کا یہ تھا کہ اُس نے خلاد بن سُوَید صحابی پر مکان پر سے چکی کا پاٹ (پتھر) دے مارا تھا جس سے وہ مرگیا تھا (ابن خلدون تتمہ جزو ثانی صفحہ ۳۲) اُس کی خواہش پر اُس کو قتل نہیں کیا بلکہ خون کے بدلہ میں قتل ہوئی۔

ہاں ریحانہ رضی اللہ عنہا کی بابت مہاشہ کو بہت رحم آیا ہے۔ مگر افسوس کہ اس کی اصلیت بھی چھپا کر۔ اس میں شک نہیں کہ وہ ایک معزز خاندان کی لڑکی تھی حضور کے حصہ خاص میں لونڈی ہو کر آئی تھی۔ حضور نے اس کی عزت افزائی کرنے کو فرمایا میں تجھے آزاد کرکے نکاح کرنا چاہتا ہوں۔ اُس نے کہا میں حضور کی لونڈی رہنا پسند کرتی ہوں۔ چنانچہ وہ لونڈی ہی رہی (تاریخ ابن اثیر کامل جلد ۲ صفحہ ۸۹)

ناظرین! یہ ہے وہ واقعہ جو مخالف نے بالکل الٹ پلٹ کر اپنے مطلب کا بنا کر پیش کیا تاکہ سوامی دیانند کے قول کی تصدیق ہو کہ

"مذہب کے تعصب میں پھنسے ہوئے عقل کو زائل کرنیوالے متکلم کے خلاف منشاء کلام کے معنی کیا کرتے ہیں" (دیباچہ ستیارتھ پرکاش صفحہ ۷)

ہاں یہ خوب کہا کہ یہودیوں سے سرٹیفکیٹ لیا۔ مہربانی کرکے اس سرٹیفکیٹ کی عبارت تو ذرہ نقل کی ہوتی +

سماجیو! جھوٹ بولنا۔ جھوٹ پھیلا کر ملک میں فساد مچانا کہو جی کون دھرم ہے؛

آگے چلئے! مہاشہ جی لکھتے ہیں:۔

بنی مصطلق کی مہم میں دیگر مال و اسباب کے ساتھ جُویریہ نامی ایک یہود عورت ہاتھ آئی۔ اس کی قیمت اس کے فاتحوں نے زیادہ لگائی اور وہ محمد کے پاس فریادن

گئی۔ محمد نے قیمت گھٹانے کی بجائے وہ پہلی ہی قیمت خود ادا کر دی اور اُسے اپنی زوجیت میں قبول فرما لیا۔" (صفحہ ۳۸)

اس واقعہ کی اصلیت بھی مہاشہ نے مخفی رکھی یا اُسے خود خبر نہیں۔ اصل یہ ہے کہ آج کل کے جتنے مہاشے مصنف اسلام کے برخلاف لکھتے ہیں۔ ان کا مبلغ علم پنڈت لیکھرام اور عیسائی پادریوں کی تصنیفات تواریخ محمدی تکذیب براہین احمدیہ وغیرہ ہیں۔ اس لئے یہ بیچارے خود بھی گمراہ ہوئے ہیں اور اپنی قوم اور ناظرین کو بھی گمراہ کرتے ہیں

ضَلُّوْا وَاَضَلُّوْا كَثِيْرًا

اگر اس واقعہ کی تفصیل کا ان کو علم ہوتا۔ ساتھ ہی اس کے انصاف بھی ہوتا تو حضور علیہ السلام کی غریب پروری کی داد دیتے۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ۔

سنیئے اصل قصہ یوں ہے کہ بنی مصطلق کی لڑائی میں جُوَیرِیہ قید ہو کر آئی جو ثابت بن قیس کے حصے میں آئی اُس نے اُس سے کتابت[1] کی۔ کتابت کی رقم ادا کرنے میں امداد مانگنے کو حضور کی خدمت میں آئی، چونکہ وہ فریق مخالف کے سپہ سالار کی بیٹی تھی۔ اس لئے حضور نے فرمایا کتابت میں مدد دینے سے بھی اچھی بات تم کو بتاؤں: اُس نے عرض کیا ارشاد فرمایا میں تجھ سے نکاح کر لوں؟ اُس نے بڑی خوشی سے ہاں کر لی۔ حضور نے جب اُس سے نکاح کیا تو مسلمان فوج میں یہ خبر بجلی کی طرح پھیل گئی۔ فوج نے کہا ہیں: بنی مصطلق سے حضور نے سسرال کا رشتہ کر لیا تو ہم اُن کے قیدیوں کو لونڈی غلام بنا کر رکھیں؛ چنانچہ اس نکاح نبوی کا اثر جو ہُوا وہ مورخ ابو الفدا کے لفظوں میں درج ہے۔

فادی عنہا رسول اللہ کتابتہا وتزوجہا فقال الناس اصہار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاعتق بتزوجہ ایاہا مائتہ اہل بیت من بنی المصطلق فکانت عظیمۃ البرکۃ علی قومہا۔

ابو الفداء جلد اول صفحہ ۱۳۷۔ ابن خلدون

یعنی حضور علیہ السلام نے جُوَیرِیہ کی طرف سے اس کی رقم کتابت ادا کی اور اس سے نکاح کر لیا۔ صحابہ نے کہا اب تو یہ لوگ حضور کے سُسرال بنگئے پس حضور کے اِس نکاح کرنے سے بنی مصطلق کے ایک سو گھرانے جو مسلمانوں کی قید میں لونڈی غلام بن چکے تھے آزاد ہو گئے۔ بس یہ عورت

[1] مالک غلام یا لونڈی سے اقرار کرے کہ تو اتنی رقم ادا کر دے تو میں تجھے آزاد کر دونگا۔ اس کو اسلامی اصطلاح میں کتابت کہتے ہیں۔

جلد ۱ صفحہ ۲۲۳ - ابن اثیر صفحہ ۹۱ و ۹۲	جویریہ اپنی قوم کے حق میں بڑی برکت والی ثابت ہوئی

ناظرین! کیا یہ قصہ حضور کی کمال مہربانی کا ثبوت ہے یا بے مروتی کا - آہ! شیخ سعدی مرحوم نے سچ کہا ہے ؎

گل ست سعدی و در چشم دشمناں خارست

حضرت ام المؤمنین صفیہؓ

(رضی اللہ عنہا)

مہاشہ مخالف نے حضرت صفیہ کی بابت لکھا ہے -

"خیبر بھی یہودیوں کی ایک بستی تھی - اس پر محمد نے چھاپہ مارا اور فتح کر لیا - اس بستی کا سردار کنعان مارا گیا - اور اس کی بیوی ہاتھ آئی محمد نے اُس سے بھی نکاح کی خواہش ظاہر کی - وہ راضی ہو گئی - اب مدینے واپس جانے تک کی تاب کسے؛ مٹی کے ڈھیر لگا لگا کر دستر خوان بنائے گئے اور اُن پر کھجوروں، مکھن اور دہی کی دعوت کیگئی - نئی دُلھن کو سنوارا گیا - اور محمد اسے خلوت میں لے گئے - عقیدتمندوں نے احتیاطاً رسول کے خیمہ کا پہرہ دیا - کہ کہیں بے دین عورت اپنے خاوند کے قتل کا بدلہ نہ چکائے - مگر یہ احتیاط غیر ضروری ثابت ہوئی" (صفحہ ۳۸)

اپنی معمولی عادت سے مہاشہ نے اصل واقعہ کو چھپا کر بلکہ توڑ مروڑ کر ظاہر کیا ہے - کمال جرائت یہ ہے کہ حسب عادت حوالہ کسی کتاب کا نہیں دیا ہم اصلیت بتاتے ہیں اور معتبر مورخ "اِبن خلدون" کے الفاظ سامنے رکھتے ہیں -

اصل قصہ یہ ہے کہ خیبر کی جنگ میں اُن کے سردار کنانہ کی بیوی صفیہ لونڈی ہو کر مسلمانوں کے قبضہ میں آئیں - جو تقسیم میں ایک صحابی کے ہاتھ پہنچیں - رپورٹ ہوئی کہ حضور وہ بڑے سردار کی بیوی ہے حضور نے اُس سے اُسے خرید کر آزاد فرمایا - جب اُسکی عدت پوری ہو گئی تو اُس کی مرضی سے اُس کی عزت افزائی کرنے کو آپ نے نکاح کر لیا - مورخ "ابن خلدون" کے الفاظ اس بارے میں یہ ہیں :-

واصیبت منھم سبایا کانت منھن صفیة بنت حیی بن اخطب فکانت عروسًا عند کنانة بن الربیع بن ابی الحقیق فوھبھا علیہ السلام لدحیة ثم ابتاعھا منہ بسبعة ارؤس ووضعھا عند ام سلمة حتی اعتدت واسلمت ثم اعتقھا وتزوجھا (صفحہ ۹۳ تتمہ جلد ثانی)	بہت سے قیدی آئے اُن میں صفیہ تھی جو کنانہ کی بیوی تھی۔ پس وہ حضور نے دحیہ صحابی کو بخش دی۔ پھر اُس کو اُس سے خرید لیا اور اُس کو بیوی اُم سلمہ کے پاس رکھا یہانتک کہ اُس کی عدت پوری ہو گئی۔ پھر حضور نے اُسے آزاد فرمایا اور نکاح کیا۔

اللہ رے کس قدر عزت افزائی ہے۔ ایک عورت کی جو حسب قانون جنگ لونڈی بنکر معمولی سپاہی کے حصے میں آئے اور بحکم ہندو دھرم شاستر[1] اُس سپاہی کے پاس رہنے میں مجبور ہو۔ اس کو بادشاہ وقت بلکہ سردار دوجہان ازراہِ مہربانی آزاد کر کے اپنے نکاح میں لائے۔ مگر دشمن بات کرے ان ہونی۔ اُن کو کون سمجھائے جن کو خدا کا خوف نہ ہو۔ عقیدتمندوں کے پہرہ دینے اور خاوند کے قتل کا بدلہ لینے اور پیشانی پر زخم وغیرہ کا ثبوت مخالف کے ذمہ ہے۔ جس کی بابت امید نہیں کہ وہ اس فرض سے سبکدوش ہو سکے

حضرت اُم المؤمنین اُم حبیبہ

(رضی اللہ عنہا)

اسی ضمن میں رنگیلے مہاشہ نے چلتے چلتے ام حبیبہ کے نکاح کا بھی ذکر کیا مگر حسب عادت اخفا سے کام لیا ہے چنانچہ اس کے الفاظ یہ ہیں۔

"خیبر سے مدینہ واپس آئے۔ پھر محمد نے ابوسفیان کی لڑکی اُم حبیبہ کو شرف زوجیت بخشا۔ اس نکاح کی بخت ویز حبش میں خود شاہ حبش کی طرف سے ہوئی تھی" (صفحہ ۳۹)

جواب اس نکاح کی حکمت تو خود لڑکی کے والد کے لفظوں میں ملتی ہے۔ مہاشہ کی جانے بلا اُسے تو اعتراض کرنے سے مطلب ہے۔

[1] منوسمرتی باب ۷ فقرہ نمبر ۹۶۔

سنئے! مخالفین کفار عرب میں ابوسفیان ایک بڑا سردار تھا۔ وہی جنگ خندق میں سردار فوج بنکر آیا تھا۔ یہ ام حبیبہ اُس کی لڑکی تھی جو اپنے خاوند کے ساتھ ملک حبشہ میں گئی تھی خاوند اُس کا وہاں مرگیا۔ وہاں کے بادشاہ نے حضور علیہ السلام کے ساتھ اُس کا نکاح کردیا۔ اس نکاح کی خبر سُن کر ابوسفیان کے منہ سے بیساختہ نکلا

ذالك الفحل لا يقدع انفه (تاریخ کامل ابن اثیر مطبوعہ مصر جلد ۲ صفحہ ۱۰۲)

"اس بہادر (نبی) کو کہیں بھی ناکامی نصیب نہیں ہوتی"

ابوسفیان کا یہ ایک نقرہ حضور کی آئندہ سیاسی اور مذہبی کامیابیوں کیلئے پیشگوئی تھی جو بالکل پوری ہوئی۔ فلہ الحمد۔

حضرت اُم المومنین میمونہ (رضی اللہ عنہا)

رنگیلے مہاشہ نے چلتے چلتے حضرت میمونہ کے نکاح کا ذکر بھی کیا ہے جس میں کوئی خاص بات قابلِ اعتراض نہیں بتائی۔ چنانچہ اُس کے الفاظ یہ ہیں۔

"میمونہ نام سے اُس کے چچا عباس کی بیوہ بہو موجود تھی۔ اس کی عمر ۲۶ سال کی تھی اور وہ رشتہ میں بھی محمد کے نزدیک کی تھی۔ اس لئے اپنے چچا کے کہنے سُننے پر محمد نے اُسے اپنے حرم میں لے لیا۔ مدینہ کی مسجد میں جہاں پہلے نو حجرے تھے اب دسواں تیار ہوا۔" (صفحہ ۴۰)

ہاں معلوم ہوتا ہے | کہ مہاشہ کے ذہن میں مسئلہ تعدد ازواج کا عدم جواز بیٹھا ہوا ہے۔ اس لئے ساری کارروائی اس پر متفرع کئے جاتا ہے۔ لہذا ہم بھی اس مسئلہ کا اخیر میں ذکر کرینگے۔ انشاء اللہ۔

حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا

ماریہ حضور علیہ السلام کی لونڈی (باندی) تھی۔ بیویوں کے علاوہ باندیاں رکھنے پر مہاشہ

کو اعتراض ہے چنانچہ اُس کے چُبھتے ہوئے الفاظ یہ ہیں۔
"ماریہ کے متعلق محمد پر ایک تہمت لگائی جاتی ہے۔ لونڈیاں رکھنا قرآن کی رُو سے جائز ہے۔ محمد کے گھر میں لونڈیاں تھیں۔ اُن پر نہ محمد کی بیویوں نے اعتراض کیا نہ محمد کے پیرووں نے۔" (صفحہ ۱۴)

جواب بیشک آپنے سچ کہا قرآن کی رو سے جائز اُس زمانہ کے قانون ملکی کے رو سے جائز۔ ہاں ایک لفظ آپ چھوڑ گئے وہ یہ کہ دھرم شاستر کی رو سے بھی جائز ہے۔ اعتبار نہ ہو تو سنو۔ ویدوں کے اُستاد اول ویدک دھرم کے مسلمہ رشی منوجی فرماتے ہیں:۔
"رتھ۔ گھوڑا۔ چارپایہ۔ **عورت** وغیرہ ان سب کو جو فتح کرے وہی اُس کا مالک ہوتا ہے" (باب ۷۔ فقرہ ۹۶)

غلاموں کو یہاں تک بے حس کیا گیا ہے کہ اُن کی کمائی پر بھی اُن کو اختیار نہیں **سنو!**
"اپنی عورت کے لڑکے و غلام یہ سب جس دولت کو جمع کریں وہ سب دولت اُن کے مالک کی ہے۔ یہ اُس کے حقدار مالک کی زندگی میں نہیں۔"

اور سنو!

"برہمن - غلام اور شودر سے دولت لے لیوے۔ اس میں کچھ بچار نہ کرے۔ کیونکہ وہ دولت کچھ اُس کی ملکیت نہیں۔ وہ بے زر ہے۔" (منوسمرتی باب ۸ فقرہ نمبر ۴۱۶ - ۴۱۷)

پس جو کام قرآن کی رو سے جو کام دھرم شاستر کی رو سے جائز ہو اُس پر اعتراض کرنا ناستک (دہریہ) کا کام ہے۔ کسی آستک کا نہیں۔

مہاشہ کی واقفی ہم تو ابتدا سے کہتے آئے ہیں کہ رنگیلہ رسالہ کی مصنف پارٹی اسلامی تاریخ سے براہِ راست واقف نہیں۔ اُن کے معلومات مخالفانِ اسلام کی کتابیں تواریخ محمدی، تکذیب براہین یا تاریخ ولیم میور وغیرہ ہے وہ بھی ناقص۔ اس کا ثبوت خود اِنہی کے قلم سے یہاں ہم دیتے ہیں۔ لکھتے ہیں:۔
"ایک دفعہ کہیں سے تین لونڈیاں آئیں تو محمد نے وہ ایک ایک کرکے اپنے

خسروں ابو بکر اور عثمان اور اپنے داماد علی کو بطور پیش کش عطا کیں۔
آج دنیا اُسے شرمناک ڈھٹائی کہیگی۔ کہ اپنے داماد اور خسروں کے ساتھ یہ یارانِ مجلس کا سا سلوک"۔ (صفحہ ۱۴۱)

اس صفحہ پر اور اس کے علاوہ صفحہ ۴۴ پر بھی حضرت عثمان کو حضور کے خسروں میں شمار کیا ہے۔ حالانکہ تاریخ اسلام میں حضرت عثمان حضور کے داماد تو ہیں لیکن خُسر نہیں۔
سماجیو! انصاف سے کہنا اپنے چوتھے اصول کو سامنے رکھکر کہنا اس دعوے کے ثبوت میں (کہ حضور نے ابو بکر اور عثمان کو لونڈیاں دیں) تمہارے رنگیلے مہاشہ نے کوئی دیا؟
بتاؤ! اگر تم کسی مجلس کی گفتگو میں یہ پیش کرو اور مسلمان تم سے ثبوت مانگیں اور تم نہ دکھا سکو تو تمہیں کتنی ندامت ہوگی۔

کوئی مہاشہ بغرض حصول اولاد بحکم سوامی جی اپنی استری کا کسی جوان آدمی سے نیوگ کرائے وہ بیچاری سب تعلیم سوامی جی سال دو سال تک اُس جوان کی خدمت میں رہے مگر پرماتما کے حکم سے اولاد نہ ہو تو وہ بے چارہ اور بے چاری کس قدر شرمندہ ہونگے
سچ کہنا! تم مخالف کے سامنے حوالہ پیش نہ کرسکنے پر اُس سے زیادہ شرمندہ ہوگے یا نہیں۔ پھر کیوں ایسے مصنفوں کو تم لوگ مجبور نہیں کرتے کہ ہر دعوے کا ثبوت دیا کریں کیا تم لوگوں نے اُستاد الاخلاق شیخ سعدی کا قول نہیں سُنا ؎

نہ گفتہ ندارد کسے با تو کار
ولیکن چو گفتی دلیلش بیار

لو ہم مانے لیتے ہیں کہ حضور نے اپنے خسروں کو لونڈیاں دیں تو کیا جرم کیا۔ تم سمجھتے ہو کہ لونڈیوں سے صرف بیوی کا کام لیا جاتا ہے۔ حالانکہ لونڈی گھر کی خادمہ بھی ہوتی ہے۔ اچھا سنو تو! منو جی نے جو کہا کہ لوٹ میں عورت بھی جو لوٹے راجہ اُسی کو دیدے بھلا لوٹنے والا کوئی راجہ کا خُسر ہو یا داماد بلکہ باپ بھی ہو تو اُسے بھی وہ عورت دیدے؟

ہے رام! اتنا پاپ؛

آریہ سجنو! ؎

سنبھل کے رکھنا قدم دشتِ خار میں مجنوں! کہ اس نواح میں سودا برہنہ پا بھی ہے

رنگیلے مصنف کا نیا رنگ

(قصہ تحریم)

آگے چلیئے! رنگیلے مہاشہ نے نیا رنگ نکالا ہے۔ لکھتا ہے:-

"حدیثوں کی روایت یہ ہے کہ ایک دن جب حفصہ کی باری تھی حفصہ محمد سے چھٹی لیکر میکے چلی گئی اور اسکے گھر کو محمد نے ماریہ سے بسالیا۔ اتنے میں حفصہ آگئی وہ یہ دیکھکر جل بھُن گئی کہ اُسکی آرامگاہ آج ایک غیر منکوحہ لونڈی کی خوابگاہ بنی ہوئی ہے۔ اس غصہ کو محمد تاڑ گیا اور کہا بھاگوان! اگر ماریہ کے اس ماجرا کا ذکر کسی سے نہ کرو تو میں نے یہ عہد کیا کہ آئندہ ماریہ سے صحبت نہ ہو گی اور میرے بعد خلافت کا حق تمہارے باپ کا ہوگا" (ص ۴۳)

بے شک قرآن مجید میں یہ آیت ہے

یَا اَیُّھَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا اَحَلَّ اللّٰہُ لَکَ

(اے نبی جو خدا نے تمہارے لئے حلال کیا ہے تم اُس کو حرام کیوں کرتے ہو۔ کیا بیویوں کو راضی کرنے کیلئے ایسا کرتے ہو)

اس آئت کے متعلق متعدد روایات آئی ہیں کہ کونسی چیز حضور نے اپنے حق میں حرام کی تھی۔ جس کا ذکر اس آیت میں بصورت ناپسندیدگی آیا ہے۔ ایک روایت ہے کہ ماریہ لونڈی کو حرام کر دیا تھا۔ دوسری اور بھی ہے۔ مگر زیادہ صحیح روائت یہ ہے کہ حضور شہد کا شربت پیا کرتے تھے۔ کسی نے غلط کہہ دیا کہ آپ کے منہ سے موم کی بُو آتی ہے۔ آپ کو بدبُو سے بہت نفرت تھی آپنے فرمایا میں شہد کبھی نہ پیونگا۔ اس میں شک نہیں کہ ایسا کہنے والی بیویاں تھیں۔ یہ روایت صحیح تر ہے چنانچہ بڑے پایہ کے محدث مفسر حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں۔

والصحیح ان ذالک کان فی تحریمہ العسل کما قال البخاری عند ھذہ الآیتہ الخ

یعنی صحیح بات یہ ہے کہ یہ آئت شہد نوشی پر اُتری ہے۔ جیسا کہ امام بخاری نے روائت کیا ہے۔

بس اصل جواب تو آگیا۔ رہا یہ سوال کہ جن بیویوں نے ایسی غلط گوئی کی ان کی بابت کیا سزاد جواب یہ ہے کہ وہی سزا جو قرآن مجید میں مذکور ہے

اِنْ تَتُوْبَا اِلَی اللّٰہِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُھُمَا

(تمہارے دل بگڑ چکے ہیں توبہ کر دگی تو تمہارے حق میں بہتر ہوگا (بیشک جو کرے وہ بھرے)
مہاشہ کا اس سے آگے کا نوٹ اس سے بھی زیادہ فریب وہ ہے جو اسی قصہ ماریہ کے واقعہ کو بنا قرار دیکر لکھتا ہے

"بات بھی۔ ٹل گئی۔ لیکن حفصہ سے اپنے پر قابو نہ رکھا جا سکا۔ اس نے اس واقعہ کا عائشہ سے ذکر کیا۔ وہ غیور عورت! عائشہ کے زیر سرکردگی محمد کی بیویوں کی ایک کونسل ہوئی۔ سب نے محمد سے منہ پھیر لیا۔ محمد پیغمبر۔ مدینہ کا سطلق العنان بادشاہ! یہ بیویاں کون ہیں جو اُس سے رُکھائی کا برتاؤ کریں؛ فوراً وحی نازل ہوئی اور اُن نافرمان بیویوں کا بائیکاٹ کردیا۔ مہینہ بھر ماریہ کے ڈیرہ لگا دیا۔ کہ لو بگاڑ لو جو بگاڑ سکو۔ ادھر ابو بکر ناراض۔ عمر ناراض۔ عثمان ناراض کہ ایک لونڈی کی خاطر ہماری بیٹیوں سے تعلق چھوڑ رکھا ہے۔ مہینہ بھر کی جدائی کے بعد محمد کا دل بھی ملائم ہوا۔ کہا اللہ نے سفارش کی ہے حفصہ کا قصور معاف اور اس کے ساتھ اس کی سب بہنوں کا قصور معاف"۔ (صفحہ ۴۴)

جواب آہ! سوامی دیانند ہوتے تو مہاشہ کی داد دیتے کہ سارے ہندوستان میں ہماری تعلیم سے یہی ایک لائق چیلہ نکلا ہے جو ہمارے مشن (اسلام سے نفرت دلانے) کو پورا کرنے والا ہے۔

سنئے! اصل قصہ یوں نہیں جو تم نے لکھا ہے بلکہ بات یہ ہے کہ ادھر واقعہ شہد ہوا۔ اتفاق سے اُنہی دنوں حضور علیہ السلام کے پیر میں چوٹ آئی جس سے آپ چلنے پھرنے سے رُک گئے۔ اس لئے آپ نے ایک مہینہ کیلئے علیحدہ مکان میں گوشہ نشینی اختیار کی مگر آپکی گوشہ نشینی سے عام میں مشہور ہوگیا کہ حضور نے بیویوں کو طلاق دیدی۔ اس پر حضرت عمر آئے اور دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ اصل وجہ حضور کی علالت ہے۔ دگیہیچ۔ تم نے تو آریوں کو گمراہ کرنے کی ٹھان رکھی ہے۔ اس لئے کسی کتاب کا حوالہ نہیں دیا۔ مگر ہم تو حوالہ دیے بغیر نہیں رہ سکتے۔ پس سنو! حضرت کے خسر حضرت عمر کہتے ہیں میرے پاس میرا ایک دوست آیا اُس نے کہا۔

(طلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نسائہٗ (بخاری جلد اول صفحہ ۲۳۴)
(یعنی حضور نے عورتوں کو طلاق دیدی ہے) یہ سُنکر میں گھبرایا ہوًا بغرض تحقیق حال نکلا تو حضور کو چوبارے میں گوشہ نشین پایا۔ کیونکہ آپ کے پاؤں میں ضرب آئی تھی جس کے متعلق صحیح بخاری کے الفاظ یہ ہیں۔

آلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نسائہٗ وکانت انفکت رجلہ فاقام فی مشربۃ لہ تسعا وعشرین (صحیح بخاری جلد دوم صفحہ ۷۹۰)

یعنی حضور نے بیویوں سے علیحدگی کی۔ آپ کے پیر کو زخم آیا تھا۔ پس آپ چوبارے میں اُنتیس روز علیحدہ ٹھیرے رہے۔

سماجی مترو! اپنے چوتھے اصول پر تم کو اگر پختہ یقین ہے تو رنگیلے مہاشہ اور اُس کی کمپنی سے اس دعوے کا ثبوت ہم کو لے دو کہ

"اُدہر ابوبکر ناراض۔ عمر ناراض۔ عثمانؓ ناراض کہ ایک لونڈی کی خاطر ہماری بیٹیوں کو چھوڑ رکھا ہے۔" (رنگیلا صفحہ ۴۳)

اگر وہ اس کا ثبوت نہ دے سکے اور ہم کہتے ہیں کہ یقیناً نہ دیگا تو کیا پھر تمہارا فرض نہیں کہ جس طرح تم نے گاندھی جی کے برخلاف رزیوشنوں کی بھرمار کی ہے ایسے حضرت رسان سماج کو بدنام کرنے والے تمہاری جیبوں سے پیسے نکالنے والے مصنفوں کے برخلاف بھی رزولیوشن پاس کرو۔ یاد رکھو کہ اگر ایسا نہ کرو گے تو تمہاری ساری سماج بدنام ہوجائیگی جیسی کہ ہورہی ہے۔ کیوں؟ ؎

چو از قومے یکے بے دانشی کرد — نہ کہ را منزلت ماند نہ مہ را
نمے بینی کہ گاوے در علف زار — بیالاید ہمہ گاوان دِہ را

؎ پہلے بھی صفحہ ۱۴ پر حضرت عثمان کو حضور کا خسر لکھا ہے۔

تعدّد ازواج

محمد بیویوں والا

مرحبا سیّدِ مکی مدنی العربی | دل وجاں باد فدایت چہ عجب خوش لقبی

رنگیلے مہاشہ نے آخر اپنا دلی غبار اخیر کتاب میں نکالا کہ سارا غم و غصہ اُس کو حضور کے تعدد ازواج پر ہے۔ یعنی اُس نے جو نتیجہ نکالا اُس سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے کہ اُس کو نہ بوڑھی بیوی کا رنج ہے نہ جوان کا صدمہ۔ بلکہ رنج ہے تو تعدد ازدواج کا ہے۔ اسی لئے وہ اپنا دلی غبار اِن لفظوں میں نکالتا ہے۔

"محمد کو ایسا کونسا نام دوں جس سے محمد کی زندگی کا فوٹو آنکھوں میں اتر آئے۔ پچاس سال کا تھا جب خدیجہ نے انتقال کیا۔ باسٹھ سال کا تھا جب خود انتقال کیا۔ اس بارہ سال کے عرصہ میں دس عورتیں کیں۔ یعنی سوا سال میں ایک + + ان حالات میں اگر میں اپنے رنگیلے رسول کو بیویوں والا کہہ دوں تو کیا موزوں نہ ہوگا بیویوں والا کہا اور محمد کو پالیا۔ محمد کے دل کو پالیا۔ محمد کی روح کو پالیا۔" (صفحہ ۴۸۔۴۹۔۵۱)

تعدد ازواج کے مسئلہ کی فلاسفی ہم تفسیر ثنائی جلد دوم میں زیر آیت مثنی وثلاث مفصل لکھ چکے ہیں۔ اُس کا خلاصہ یہ ہے کہ قدرتی طور پر مرد اور عورت میں ایک نسبت ہے کہ مرد عورت کو استعمال کرنے والا اور عورت مستعملہ چیز ہے۔ اس کے سائنٹیفک (فلسفیانہ) دلائل اُسی جگہ مذکور ہیں۔ پس جس مستعمِل کو جتنی اور جیسی مستعملہ چیزوں کی ضرورت ہو حسب ضرورت اُتنی رکھ سکتا ہے۔ لیکن آریہ مہاشوں کو سائنٹیفک دلائل سے کیا کام اُن کو اُن کے دھرم شاستر سے مسئلہ تعدد ازواج کا حل ہونا چاہئے۔

پس وہ سُنیں | آریوں اور ہندوؤں میں منوجی ایک ایسے بزرگ مذہبی پیشوا گذرے ہیں جن کی خدمت میں اُس زمانہ کے بڑے بڑے رشیوں نے حاضر ہو کر درخواست

لہ مہاشہ کی تاریخی واقفی ہے کہ ترسیٹھ سال کو باسٹھ سال میں ختم کرتا ہے۔

کی تھی کہ

(۲) اے بھگوان سب ورنوں (ذاتوں) اور ورن سنکروں کا دھرم ٹھیک ٹھیک ہم سے کہیے کیونکہ

(۳) اے پربھو! خیال سے باہر اور لا محدود اور قدیم وید میں بیان کئے ہوئے جو بہت طرح کے کرم ہیں اُن کے اصل مطلب کے جاننے والے ایک آپ ہی ہیں" (منو سمرتی باب اول فقرہ ۱-۲-۳)

آریوں میں منوسمرتی کی اتنی قدر ہے کہ سوامی دیانند کی ستیارتھ پرکاش اسی کے حوالجات سے بھری پڑی ہے۔ اگر منوسمرتی کے حوالجات کو الگ کردیا جائے۔ تو ستیارتھ کے اوراق بمشکل اتنے رہ جائیں کہ چند تنگیں بن سکیں +

منوجی کی سُنو! یہی منو بھگوان تعدد ازدواج کو ایسی خوبی سے حل فرماتے ہیں کہ باید وشاید۔ راجہ کی بابت ہدایت ہے کہ

"(راجہ) کھانا کھا کر عورتوں کے ساتھ محل میں بہار کرے" (باب-فقرہ-۲۲۱)

اور سنو!

"ایک کی دو زوجہ ہیں اور چھوٹی زوجہ سے لڑکا پہلے پیدا ہُوا اور بڑی زوجہ سے پیچھے ہُوا پس اس مقام پر تقسیم حصہ کس طرح کرنا چاہیئے۔ اشلوک آئندہ میں لکھینگے" (باب ۹-فقرہ ۱۲۲)

اور سُنو!

"پہلی عورت موجود ہو اور بھکشا سے دولت فراہم کرکے اُس روپیہ سے دوسری شادی کرے تو اُس کو صرف جماع کا لُطف (سماجیو! سُنتے ہو؟) ملتا ہے اور اولاد اُسی کی ہے۔ جس نے دولت دی" (باب ۱۱-فقرہ-۵)

ان سب سے واضح سُنو!

"اگر ایک آدمی کی چار یا پانچ عورتیں ہوں اور اُن میں سے ایک صاحب اولاد ہو تو باقی بھی صاحب اولاد ہوتی ہیں۔ یہ منوجی کا حکم ہے" (باب ۹۔فقرہ ۱۸۳)

مہاشے سجنو! دھرم شاستر کو ماننے والا اس حکم کے ماتحت تعدد ازدواج پر اگر عمل کرے۔ تو تم اُس کو بھی وہی نصیحت کرو گے جو رنگیلے مہاشے نے کی ہے جس کے تلخ ترین الفاظ یہ ہیں:۔

"بہت بیویاں کرنے والو دیکھو پیغمبروں کی زندگیاں مرقع عبرت ہیں۔ اگر اس عظمت کے لوگ اپنی غلط کاریوں کے بُرے انجاموں سے نہیں بچے۔ تو تم کون ہو جو اپنی کرتوت کے کڑوے پھلوں سے اپنے آپ کو محفوظ سمجھتے ہو۔ دشرتھ کا گھر برباد ہؤا۔ محمد کا دین برباد ہؤا۔ کیوں۔ اسی لئے کہ بڈھے ہو کر نوخیزوں سے شادیاں کیں" (رنگیلا صفحہ ۲۴)

کس قدر خبط الحواسی ہے۔ اللہ کی شان! ایسے لوگ بھی مصنف بنجاتے ہیں جو موضوع بیان بھی نہیں جانتے۔ شروع بیان میں خرابی کی وجہ تعدد ازدواج کو بتایا ہے اخیر میں نوخیز سے شادی کو سبب بنایا ہے۔ پہلے بیان کے مطابق اگر بوڑھی عورتیں بھی متعدد ہوتیں تو مضر تھا۔ آخری بیان کے مطابق ایک نوخیز بیوی بھی مضر ہے۔ کیا اتنی سی عبارت میں اتنا بڑا اصولی اختلاف کسی صحیح دماغ کا کام ہے؟

خیر یہ تو ہے مصنف کی دماغی قابلیت کا ذکر اب ہم اُس کے دعوے کی پڑتال کرتے ہیں۔ "محمد کا دین برباد ہوا" دستور ہے۔ انسان دن کو جو خواہش رکھتا ہے۔ رات کو وہی نظر آتی ہے۔ چاہے واقعہ میں نہ ہو۔ چونکہ یہ لوگ اسلام کی دل سے بربادی چاہتے ہیں اِس لیۓ اُس کی بربادی کے خواب اِن کو آتے ہیں۔ وہی اُن کے منہ اور قلم سے نکل جاتے ہیں ورنہ دین محمدی اگر نکاح نوخیز (عائشہ) سے برباد ہؤا ہوتا تو ہندوستان۔ ہاں آریہ ورت ہاں ہاں پوتر بھارت بھومی مسلمانوں کے قدم کیوں چومتا اور سچ تو یہ ہے کہ تمہارے سوامی کو ستیارتھ پرکاش جیسی زبردست کتاب اسلام کے برخلاف لکھنے کی کیا ضرورت ہوتی؟ اور تم بھی آج یہ دل شکن رسالہ کیوں لکھتے؟ کوئی تم سے یہ نہ کہتا کہ بھلے آدمی! اسلام تو حضرت پیغمبر اسلام کے بعد متصل برباد ہو چکا ہے۔ پھر تم یہ لغو حرکت کیوں کرتے ہو؟ کیا سچ ہے ؎

اس سادگی پہ کون نہ مرجائے اے خدا   مرتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں

مہاشہ جی کی تاریخ دانی اسی صفحہ پر آپ لکھتے ہیں۔

"(محمدکی) اسی خانہ جنگی نے محمد کی وفات کے بعد اسلام کی تاریخ کو متواتر خوں ریزیوں کی تاریخ بنادیا" (صفحہ ۲۴)

کیا کہنے ہیں ؟ خلافت کی بابت لڑائی نہ پہلی خلافت میں ہوئی۔ نہ دوسری میں نہ تیسری میں۔ ہاں چوتھی خلافت میں ہوئی۔ سو اُس کی وجہ حضرت عثمان خلیفہ ثالث رضی اللہ عنہ کا قتل تھا۔ نہ کہ خانگی نزاع*

آخر آپ سوامی دیانند کے چیلے ہیں۔ جنہوں نے ستیارتھ پرکاش طبع اول ۱۸۷۵ء میں لکھ مارا تھا کہ

"محمود غزنوی ہندوستان کو لوٹ کر مکہ گیا تھا" (صفحہ ۳۷۱)

حالانکہ سلطان محمود نہ مکہ گیا نہ مدینہ گیا۔ اسی لئے آریوں نے سوامی جی کی اس غلطی کی اصلاح کرنے کو طبع اول کے بعد کی جملہ طبعات میں یہ فقرہ ہی اڑادیا۔ بہت اچھا کیا*

دوسری مثال سوامی جی کی تاریخ دانی کی یہ ہے کہ آپ نے امریکہ کے متلاشی کولمبس کو جو اٹلی کا باشندہ تھا۔ انگلستان کا باشندہ لکھا چنانچہ آپ کے الفاظ یہ ہیں۔

"انگلستان کے کولمبس وغیرہ لوگ جب تک امریکہ میں نہیں گئے تھے" (ستیارتھ پرکاش اردو۔ طبع اول صفحہ ۲۶۸)

آریوں کی ہوشیاری آریہ سماجی چونکہ تعلیم یافتہ ہیں اُن کو معلوم ہوگیا کہ سوامی جی نے سنے سنائے ایسا لکھ دیا۔ اس لئے بعد کے طبع میں اس کی اصلاح یُوں کی کہ بجائے انگلستان خاص کے ایک وسیع لفظ رکھ دیا۔ یعنی یوں لکھا کہ

"یورپ کے کولمبس وغیرہ لوگ جب تک امریکہ میں نہیں گئے تھے" (ستیارتھ طبع چہارم صفحہ ۲۳۵)

ہمارا رنگیلہ مصنف بھی آخر سوامی جی کا چیلہ ہے۔ اُنہوں نے سلطان محمود کو مکہ شریف پہنچایا تو مہاشہ مذکور نے خلافت پر خانگی نزاع کا اثر پہنچایا (چشم بددور) سچ ہے ؎

لطف پر لطف ہے املا میں میرے یار کے یار۔ حاؤ حطی سے گرج لکھتا ہے۔ ہور ہے ہمار

تعدد ازواج کے متعلق ہماری حیرانی کی کوئی حد نہیں رہتی جب ہم ان ویدک دھرم کے شیدائیوں سے مخالفت سُنتے ہیں حالانکہ اُن کی مسلمہ کتب دھرم شاستر میں تعدد ازواج کی اجازت ملتی ہے۔ جس کے ثبوت میں ہم کئی ایک حوالجات اُوپر لکھ چکے ہیں۔

آہ! کیسا کل جگ ہے کہ ہندو رکشک کہلا کر دھرم شاستر کی ایسی ہتک کرتے ہیں کہ گئو بھکشک بھی نہ کرے۔ منوجی مہاراج تو چار پانچ عورتوں کا ذکر بھی بطور مثال بتاتے ہیں ورنہ اُن کے ہاں تو کوئی تعداد مخصوص نہیں۔ مگر آریہ مہاشہ ہیں کہ تعدد ازواج سے ڈراتے ہیں۔ آہ! ان حمائتیوں کی حمایت سے ہندو دھرم ایسا دُکھیا ہو رہا ہے۔ کہ اُس کی زبان حال سے یہ شعر نکل رہا ہے ؎

دوست ہی دُشمنِ جاں ہو گیا اپنا حافظ! نوشدارُو نے کیا۔ کیا اثر سم پیدا

ہماری دریا دلی

مہاشے سجنو! ہماری دریا دلی دیکھو کہ ہم تمہارے اصل دعوے کی تصدیق کرتے ہیں کہ ہمارے حضور پُرنور علیہ السلام بڑے مرد تھے۔ مردانگی کے کام کرتے تھے۔ چونکہ آپ کامل مرد تھے اس لئے واقعی بیویوں والے تھے۔ خود قرآن مجید نہ صرف حضور کو بیویوں والا بلکہ کُل انبیاء کو بیویوں والا کہتا ہے۔ غور سے سُنو!

(وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّ ذُرِّيَّةً پ۱۳ ع۱۲)

ہم (خدا) نے (اے نبی) تم سے پہلے کئی رسول بھیجے اور اُن کو بیویاں اور اولادیں دیں اس لئے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام بنی نوع انسان کیلئے نمونہ بن کر آتے ہیں وہ اگر بیویاں نہ کریں تو ساری اُمت نہ کریگی جس سے نسل انسانی کا انقطاع ہو جائیگا۔ پس بیویوں والا ہونا نبی کے لئے ضروری ہے۔ ورنہ دنیا کی تباہی و بربادی ہے ؎

حُسنِ یوسف دمِ عیسےٰ یدِ بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

دیانند ویدوں والا

رنگیلے مہاشہ نے اپنے گرو (سوامی دیانند) کو ایک معزز لقب دیا ہے یعنی **ویدوں والا** چنانچہ اُس کے الفاظ یہ ہیں۔

"رشی دیانند کا نام پنجاب میں ویدوں والا پڑنے لگا ہے۔ رشی کا کام وید۔ رشی کا پیغام وید۔ رشی کی حیات۔ رشی کی وفات۔ وید کی اشاعت کا وسیلہ ہوئی۔ رشی کا سانس۔ سانس وید کی قرأت تھی۔ 'ویدوں والا' امن بھاونا نام ہے یہ نام لیا اور رشی کے دل کو پالیا۔ رشی کی رُوح کو بھانپ لیا۔" (صفحہ ۴۸)

آریہ مصنف اپنے عقیدے کے بیان کرنے کا حق تو رکھتا ہے۔ مگر پبلک رائے کی نیابت کرنے کا اس کو کوئی حق نہیں۔ آج تک کسی کتاب یا کسی اخبار یا کسی اشتہار میں سوامی دیانند کو **ویدوں والا** نہیں لکھا گیا۔ ویدوں کے منکرین (دیو سماجی اور سکھوں) کی طرف سے جو دیانندجی کے حق میں رائیں شایع ہیں۔ اُن کا تو ہم نے دانستہ ذکر نہیں کیا۔ مگر ویدوں کے ماننے والے ہندوؤں کی رائے کا اظہار کرنے سے تو ہم رُک نہیں سکتے۔ کیونکہ مہاشہ جی نے اُن سب (ویدوں کے ماننے والوں) کی طرف سے نیابت کی ہے۔ اس لئے آپ کو دکھانا ہے کہ آپ کی یہ رائے ذاتی ہے۔ قومی اور مُلکی نہیں۔ ہندوؤں کی طرف سے جو دیانندجی کے متعلق تحریرات نکلتی رہی ہیں۔ اُن میں بتایا گیا ہے کہ سوامی دیانندجی ویدوں بلکہ ویدوں کے علاوہ دیگر مذہبی کتابوں کے حوالجات بھی غلط دیا کرتے تھے۔ چنانچہ سناتن دھرم پرچارک امرت سر کی طرف سے ٹریکٹوں کے سلسلہ میں ٹریکٹ نمبر ۲۳ سے ہم دس شہادتیں نقل کرتے ہیں۔ جن سے معلوم ہوسکیگا کہ رنگیلے مہاشہ کا دیانندجی کو ویدوں والا لکھنا اس مصرع کا مصداق ہے ؎

پیراں نے پرند مریداں ہے پرانند

سماجی دوستو! | غور سے پڑھو:۔

(۱) صفحہ ۲۹۴[1] سطر ۱۵[1] (سوال) آغاز دنیا میں ایک یا کئی انسان پیدا کئے تھے یا کیا؟

[1] یہ صفحات اُردو ستیارتھ پرکاش طبع اول کے ہیں۔

(جواب) کئی۔ کیونکہ جن جیووں کے کرم ایشوری سرشٹی میں پیدا ہونے کے تھے اُن کی پیدائش شروع دنیا میں پرمیشور نے کی۔

"منشیا رشی اسچ یے تتو منشیا اجاینت۔ یہ یجر وید میں لکھا ہے" (استیارتھ پرکاش صفحہ ۲۹۴) یہ پرمان جس پر ہم نے لکیر کھینچ دی ہے۔ سوامی صاحب لکھتے ہیں کہ یہ یجر وید میں لکھا ہے۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ یجر وید تو کیا چاروں وید میں نہیں ہے پس یا تو سماجی یہ پرمان یجر وید میں دکھاویں۔ ورنہ سوامی صاحب کو دروغگو ٹھیرادیں" + + پس آریہ سماجیوں کو یہ پرمان یا شہادت یجر وید میں دکھلانی ہوگی ورنہ سوامی دیانند کا وید منتر کے لفظوں کو اُلٹ پلٹ کر ایک منتر بنا لینا یہ کونسا رشی پن ہے؟ مہرشی منوجی لکھتے ہیں کہ وید کی نندا کرنیوالا ناستک ہے۔ لیکن جو وید کے نام سے بناوٹی منتر بناتا ہے وہ کون ہے۔ دانا سمجھ لیویں۔

(۲) صفحہ ۲۹۵ سطر ۲۰ (سوال) انسانوں کی پیدائش کس مقام پر ہوئی؟

(جواب) تری وشٹپ میں۔ جس کو تبت کہتے ہیں۔

سوامی صاحب کا یہ لکھنا کہ انسان تر بشٹ یعنی تبت میں پیدا ہوئے غلط ہے۔ آریہ سماجیوں کا یہ خیال ہے کہ جو بات وید میں لکھی ہو گی وہ مانیہ یوگیہ (قابلِ قبول) ہے پس ہمارا دعویٰ یہ ہے کہ سرشٹی کا تبت میں پیدا ہونا وید تو در کنار کسی ہمارے رشی نے بھی نہیں لکھا۔ نہ صرف رشی بلکہ اس کے متعلق کوئی پُرانا اتہاس یا ثبوت جو آپت پُرشوں نے کہا ہو۔ سماجیوں کے پاس نہیں ہے۔ دوسری بات جو سوامی صاحب نے لکھی ہے۔ وہ اور بھی ذرا سوچنے کے لایق ہے۔ اس سے علاوہ دروغ بیانی کے پنڈت دیانند کی کوش کے متعلق بھی ناواقفیت معلوم ہوتی ہے۔ ہمارا دعوے ہے کہ کُل سنسکرت کی کوشوں کو پڑتال کرلو تو تر بشٹپ کے معنے تبت کسی کوش سے نہ نکلینگے۔

(۳) پرہلاد کی کتھا بھاگوت سے لکھتے ہوئے صفحہ ۳۴۳ سطر ۹ میں سوامی صاحب یوں لکھتے ہیں۔ "تب اس نے ایک لوہے کا ستون آگ میں گرم کرکے اس سے کہا کہ اگر تیرا معبود سچا ہے تو اس کے پکڑنے سے نہ جلیگا۔ پرہلاد پکڑنے لگا۔ دل میں شک

ہُوا کہ جلنے سے بچو نگا یا نہیں۔ نارائن نے اس ستون پر چھوٹی چھوٹی چیونٹیوں کی قطار چلادی۔"

ہمارا دعویٰ ہے کہ شریمد بھاگوت میں یہ ہرگز نہیں کہ پرہلاد کو شک ہوا اور نارائن نے چھوٹی چھوٹی چیونٹیوں کی قطار چلادی۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ سوامی دیانند نے ہرگز شریمد بھاگوت کو نہیں پڑھا۔"

(۴) صفحہ ۳۴۴ سطر ۲۶ پوتنا اُدراکرور کے بارہ میں دیکھو۔

(۱) رکھیں بایو بگین (۲) جگام گو کلنگ پرتی۔

(ناگری، بار دوم سوم) ستیارتھ پرکاش میں یہ ایک شلوک ہے۔ اُردو کی دوسری دفعہ میں حوالہ کوئی نہیں ہے۔ تیسری دفعہ اُردو میں الگ الگ ٹکڑہ کر کے حوالہ دیا ہے لیکن ہمارا دعویٰ صرف یہ ہے کہ ناگری کی بار دوم سوم میں جو شلوک بھاگوت کے نام سے (رکھیں بایو بگین جگام گو کلنگ پرتی) لکھا ہے۔ یہ شلوک بھاگوت میں نہیں ہے۔"

(۵) صفحہ ۴۴۴ سطر ۲۔ "وید پڑھت برہما رے چاروں وید کہانی۔ سنت کی مہا وید نہ جانے برہم گیانی آپ پرمیشور"

گورونانک جی کو ویدوں کا دشمن قرار دیتے ہوئے مندرجہ تک ان کی طرف سے لکھی ہے۔ لیکن ہمارا دعویٰ ہے کہ گورونانک جی نے یہ ہرگز نہیں کہا اور نہ گورو گرنتھ صاحب یا کسی معتبر گرنتھ میں یہ تک ہے۔

(۶) صفحہ ۱۴۴ سطر ۱ "وو دھانی چہ رتنانی وو کتے سوپا دیت" "طرح طرح کے جواہرات سونا وغیرہ دولت و وکت یعنی سنیاسیوں کو دیویں۔ منو۔ ادھیائے ۱۱"

یہ ٹکڑا جو منوجی کے نام سے لکھا ہے۔ ہرگز منوسمرتی میں نہیں ہے۔ چونکہ سوامی صاحب سنیاسی تھے اور ویدک دھرم کے انسار سنیاسی کو دولت وغیرہ رتن رکھنا منع ہے۔ اس لئے سوامی جی نے اپنا مطلب سیدھا کرنے کے لئے مہرشی منوجی کے نام سے یہ شلوک لکھا۔ لیکن ہمارا دعویٰ ہے کہ اس طرح کا یہ شلوک منوسمرتی میں ہرگز نہیں ہے۔

(۷) پنچ مہایگ بدھی میں سوامی صاحب گایتری منتر کی نسبت لکھتے ہیں۔ کہ یہ منتر اسی پرکار چار وید میں ہے۔ لیکن ہمارا دعویٰ ہے کہ یہ منتر اس پرکار اتھروید میں نہیں ہے۔

(۸) صفحہ ۲۵۴ سطر ۲۳ (س) آریہ ورت کی حد کہاں تک ہے (ج) منوسمرتی کے دو شلوک دیئے ہیں۔ جس سے آریہ ورت کا حدود اربعہ بتلایا ہے افسوس اس کے دوسرے شلوک میں سوامی جی نے غلط تحریر سے کام لیا ہے۔ ناظرین ذرا غور سے ملاحظہ فرماویں۔ منوسمرتی نکالیئے اور سوامی جی کی پستک بھی نکالیے پہلا شلوک (۲۲) جو آریہ ورت کی وسعت دکھلانیوالا ہے وہ حرف بحرف صحیح اور جیوں کا تیوں درست ہے لیکن اگلا شلوک جو لکھا ہے۔ اس میں آخری حصہ شلوک کا فرضی بنا دیا ہے۔ منوسمرتی میں لفظ برہما ورتم تھا جس کی جگہ سوامی دیانند نے آریہ ورتم بنا کر اس شلوک کو بھی آریہ ورت کی وسعت دکھلانیوالا بنا دیا ہے جس سے سوامی جی کی دھرم۔ سچائی اور ایمانداری کا پورا ثبوت ہے۔"

(۹) صفحہ ۵۵ سطر ۸۔ "پنچ دنشے تتو ورشے پومان ناری تو شوڑشے"۔ "یہ سشرت کے شریر استھان کا لکھا ہے"۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ شلوک سشرت ستھان میں نہیں ہے

(۱۰) صفحہ ۳۲۷۔ سطر ۱۵ "جب ویدمت کو قایم کر چکے اور علم پھیلانے کا خیال کرتے ہی تھے کہ اتنے میں دو جینی باہر سے برائے نام ویدمت کے حامی اور اندر سے پکے جینی یعنی کپٹ منی تھے۔ شنکراچاریہ ان پر نہایت خوش تھے۔ ان دونوں نے موقعہ پاکر شنکراچاریہ کو ایسی زہریلی چیز کھلادی۔ کہ ان کی بھوک کم ہوگئی۔ بعد ازاں جسم میں پھوڑے ہو کر چھ ماہ کے اندر مر گئے۔"

یہ بات کسی معتبر تواریخ میں نہیں ہے۔ کسی شنکر دگیجے سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ دو جینیوں نے سوامی شنکراچاریہ کو زہریلی چیز کھلادی۔ آریہ سماجیوں کو چاہیئے کہ ایسی شنکر دگیجے کا پتہ لگا دیں۔ ورنہ سوامی دیانند جی کو دروغگو جانکر اس سے کنارہ کریں"۔ (سناتن دھرمی ٹریکٹ نمبر ۲۳۔ موسومہ "سوامی دیانند جی کی دس فاش غلطیاں" مصنفہ بھگت گوکل داس منیجر سناتن دھرم پرچارک منڈل امرتسر) (مطبوعہ سناتن دھرم پریس امرتسر)

یہ تو ہندوؤں کی رائے ہے جس کے ہم ذمہ دار نہیں۔ اب ہم ویدوں کے متعلق سوامی دیانند کا برتاؤ اپنی ذمہ داری پر سُناتے ہیں تاکہ معلوم ہو سکے کہ مہاشہ کی رائے کہاں تک صحیح ہے۔

ہندوؤں کا قدیم الایام سے یہ عقیدہ چلا آیا ہے کہ ویدوں کے دو حصے ہیں (۱) سنگتا۔ (۲) برہمن۔ مگر سوامی دیانند نے برہمن حصے کو ویدوں سے الگ کر کے غیر الہامی قرار دیا دیکھو رگ وید بھومکا مصنفہ دیانند جی۔ بحث اصطلاح وید" تو کیا ہندوؤں کے عقیدے کے موافق ویدوں کی تنصیف کرنیوالا بھی ویدوں والا کہلا سکتا ہے؟ ہاں "ویدوں والا" لفظ سے اگر یہ مراد ہو کہ ویدوں کو خراب کرنیوالا تو ہندوؤں کو بھی غالباً اس لقب پر اعتراض نہ ہو گا۔

سوامی دیانند مجرد (قاطع نسل) اور مغلوب الغضب تھے

یہ تو ہندوؤں اور آریوں کی اندرونی کیفیت ہے اب ہم اپنی تحقیق سے ایک نمونہ سوامی دیانند جی کے متعلق بتاتے ہیں۔ سوامی جی کی زندگی کا امتیازی طرہ یہ ہے کہ آپ ساری عمر مجرد رہے۔ مذہبی رہنما اپنے اتباع کیلئے نمونہ ہوتے ہیں۔ اگر سارے آریہ اُن کی طرح مجرد رہیں تو اُن کی نسل کا خاتمہ معلوم ہے۔ اس لئے ہمارے عنوان کا ایک جزو بالاتفاق ثابت ہے کہ سوامی دیانند قاطع النسل تھے۔ کون نہیں جانتا کہ مذہبی پیشوا وہی ہو سکتا ہے جو اپنے نفس پر قابو یافتہ ہو۔ چاہے کتنا ہی اُس کو غیظ و غضب کا موقع آئے اُس وقت وہ اپنے نفس پر قابو رکھتا ہو۔ خاصکر مذہبی اور اخلاقی امور میں اُس وقت اُس کی رائے ڈگمگائے نہیں۔ یہی وقت اُس کے امتحان کا ہے۔ انہی معنے میں کسی اہلِ دل نے خوب کہا ہے ؎

دریائے فراواں نہ شود تیرہ بسنگ
عارف کہ بر نجد تنک آب ست ہنوز

یعنی جس طرح جوش مارنیوالا دریا معمولی کنکریاں ڈالنے سے میلا نہیں ہوتا۔ اسی طرح عارفِ خدا غیظ و غضب میں آلودہ نہیں ہوتا۔ اگر ہو تو سمجھو کہ چھوٹے پانی میں ہے۔

مہاشے سجنو! آؤ اِس پاک اصول کے ماتحت ہم سوامی دیانند کی زندگی کا جائزہ لیں سوامی جی کی سوانحعمری کلاں بڑی سوچ بچار کر لکھی گئی ہے تاہم اُس میں سوامی جی کی زندگی کے دو حصے ہم کو نظر آتے ہیں۔ پہلا حصہ قبل تعلیم جوانی کا ہے اُس کی بابت تو کچھ کہنے کی حاجت ہی نہیں۔ کونسی اخلاقی غلطی ہے جو اُس عمر میں سوامی جی سے سرزد نہیں ہوئی۔ غلط بیانی۔ بدصحبتی۔ یہاں تک کہ منشیات بھنگ وغیرہ کا بکثرت استعمال۔ چنانچہ وہ آپ کہتے ہیں کہ

"اُس جگہ مجھے بڑا عیب لگ گیا یعنی مجھ میں بھنگ کے استعمال کرنے کی عادت ہو گئی۔" (سوانح کلاں صفحہ ۱۹)

رنگیلے مہاشہ نے ہمارے حضور علیہ السلام کی قبل از نبوت پچیس سالہ زندگی پر بھی اعتراض کئے ہیں جن کی بنا خود اُس کے دل و دماغ کا اختراع ہے۔ ملاحظہ ہو صفحہ ۱۱/۱۲ کتاب ہذا۔ مگر ہم اُس کے گرو کی پہلی زندگی کی تنقید نہیں کرتے کیونکہ وہ تو بقول خود سوامی اور آریہ اس قابل نہیں کہ تنقید ہو بلکہ اس مصرع کی مصداق ہے ؎

تن ہمہ داغ داغ شد پنبہ کجا کجا نہم ؟

اس لئے ہم اس موضوع کے نیچے اُن کی زندگی کا وہ حصہ لیتے ہیں جو اُن کی ریفارمری اور اشاعت دھرم کا زمانہ ہے۔

ہمارا عنوانِ بیان ہے کہ سوامی جی مغلوب الغضب یعنی غصہ والے تھے۔ اس دعویٰ کا ثبوت سُنئے۔ سوامی جی کی سوانحعمری کلاں میں لکھا ہے۔

"دوسرے دن سوامی جی نے مورتی پوجا کھنڈن پر لکچر دیا۔ اُسی میں محمود غزنوی کا آنا اور اُس کے حملوں سے دیش کے دھن کی ہانی کا مفصل برنن کیا اور مندروں میں عورتوں کے جانے اور وہاں کی دُردشا کا بیان فرمایا جس میں کسی شخص نے مکان کی چھت پر جانب مغرب سے یہ سوال کیا کہ آپ نے فرمایا کہ استری کو اُچیت ہے کہ ایک ہی بار اپنے پتی کے پاس جائے یعنی وبھچار نہ کرے۔ مگر جس کا پتی طوائف (کنجری) کے پاس جائے اس کی عورت کیا کرے۔ اُنہوں نے کہا کہ اُس کی عورت بھی ایک اور مضبوط سا آدمی رکھ لے۔" (صفحہ ۳۵۵)

آریہ سجنو! سوامی جی کا یہ وچن (قول) مذہبی حکم ہے؟ یا غصہ کا اظہار۔ کیا کوئی مذہبی پیشوا۔ سچا ریفارمر ہادی قوم برگزیدۂ خدا غصے میں دھرم کے خلاف ایسا اخلاق سوز حکم دے سکتا ہے علاوہ اس کے ہم نہیں جان سکتے کہ سوامی جی کو غصہ کس بات پر آیا۔ سوال بالکل معمولی ہے اس سے سخت ترین اور پیچیدہ سوال ہم واعظوں اور مولویوں پر ہوتے رہتے ہیں۔ مگر سوامی جی ایسے بگڑے کہ آپے سے باہر ہو گئے۔ سوامی جی کے غضبناک مزاج کی ایک مثال ہم پہلے کتاب ہذا

کے صفحہ ۳ پر بتا آئے ہیں۔ دوسری یہ ہے۔ سوامی جی کس قدر غضب کے پر کالے ہیں

بخدا ہم حیران ہیں کہ ایک پاک دامن عورت کو محض اُس کے خاوند کی بیوقوفی سے مضبوط سا آدمی رکھنے کی اجازت بلکہ حکم دیتے ہیں۔ واللہ دنیا کی ریفارم تاریخ میں ہمیں اسکی مثال نہیں ملتی۔ کیا سچ ہے ؎

قتل عاشق کسی معشوق سے کچھ دُور نہ تھا ۔۔۔ پر تیرے عہد سے پہلے تو یہ دستور نہ تھا

پس! ان حوالجات کی بناء پر اگر سوامی دیانند جی کو

مجہو اور غصہ والا کہا جائے

تو بے جا نہ ہوگا "غصہ والا" کہا اور سوامی جی کو پایا ؎

اُس نازنیں کو دیکھا جو دت نہ چھیڑنا ۔۔۔ گر رُوٹھ بھی گیا تو منایا نہ جائیگا۔

مناجات بدرگاہ مجیبُ الدعوات

اے غفور رحیم خدا! تو جانتا ہے کہ میرا ایمان ہے۔ حضرت پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضور کی ازواج مطہرات سب تیرے نزدیک صادق بندے ہیں اسلئے میں نے تیرے حکم

کُونُوا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ

کے ماتحت تیری ہی مدد سے اُنکی طرف سے مدافعت کی ہے پس تو اے میرے دل کے حال کو جاننے والے خدا اس خدمت کے بدلہ میں مجھے اور جن لوگوں نے اسمیں میری کسی قسم کی مدد کی ہے ہم سب کو اِن صادقوں کے ساتھ ملادے

تَوَفَّنَا مُسْلِمِیْنَ وَاَلْحِقْنَا بِالصّٰلِحِیْنَ

من نگویم کہ طاعتم بپذیر ۔۔۔ قلم عفو بر گناہم کش

امیدوار مغفرت ۔۔۔ خادم دین اللہ الامین ۔۔۔ ابوالوفاء ثناء اللہ کفاہ اللہ امرتسری

(عبدالستار کاتب امرتسری)

مسلمان بھائیوں سے روئے سخن

شجرِ اسلام



کشجرۃ طیّبۃ اصلها ثابت و فرعها فی السّماء

(شجرہ طیبہ ہذا کے متعلق آئندہ صفحہ پر نظم ملاحظہ ہو)

نظم متعلقہ شجرۂ طیّبہ

وہ اسلامی شجر جس کو پیمبر نے لگایا تھا
وہ اسلامی شجر سارے جہاں پر جبکا سایا تھا
وہ اسلامی شجر جس کو صحابہ نے بڑھایا تھا
رہا باقی نہ جس کے فیض سے اپنا پرایا تھا

اب اس کی ڈالیوں میں ایک بھی باقی نہیں پتّا
کرو ہمت نہ سُوکھے یہ جو یہ سُوکھا غضب ہوگا

ہے اس کی بیخ مکہ میں ہیں شاخیں تا بلوچستاں
بملکِ رُوس اور ایران و شام و مصر و انگلستاں
جزائر اور ہند و چین و جاوا اور تُرکستاں
بچا ہو کوئی مُلک اِس سے بتائے تو کوئی اِنساں

وہی تو ہے یہ اک عالم نے جس سے فیض پایا تھا
قریب المرگ ہے۔ جِس نے کہ مُردوں کو جلایا تھا

رہِ طائف میں حضرت تھک گئے چلنے سے تھے عاری
کبھی فاقہ میں پتھر پیٹ پر باندھے بہ ناچاری
اُحد میں دانت ٹُوٹے اور دہن سے خُون تھا جاری
لگایا اس کو حضرت نے اُٹھا کر سختیاں بھاری

سُکھائے دیتی ہے اب اُمّتِ خیر الاُمَم دیکھو
اسی کے وارثوں سے اِس پہ یہ کیسا ستَم دیکھو

نہیں یہ وہ شجر جس نے کہ پانی سے غذا پائی
بنے مالی ائمہ اِس لئے اِس پہ بہار آئی
صحابہ نے پلایا خُون اِس نے پرورش پائی
ہوئے ہم ناخلف ایسے کہ اِس کی شکل مُرجھائی

نہ وہ زینت رہی اس کی نہ وہ اس کا رہا سایا
ہماری غفلتوں سے اس کی پلٹی اس قدر کایا

ہے اس نخلِ مقدس کو نکموں سے پڑا پالا
کرو ہمت کہ ہو سرسبز پھر ہو پھُول پھل والا
اور اُنکی غفلتوں سے ہی خزاں نے ناس کر ڈالا
جو ہوگی متفق کوشش کھِلیگا پھر گُلِ لالا

ہزاروں ایسی دنیا میں بہاریں پھر کے آئی ہیں
کھُلی ہیں اور کھُل کر پھر گھٹائیں گھِر کے آئی ہیں

لگائیں باغ باغیچے الم اس کا نہیں کچھ بھی
اُڑائیں خوب گُلچھرّے الم اس کا نہیں کچھ بھی

ہوں لاکھ اسلام پر حملے الم اس کا نہیں کچھ بھی
کہاں تک یہ نشترِ غمزے الم اس کا نہیں کچھ بھی

نہ لینگے ہم خبر اس کی رہینگے کب تلک غافل
پشیمانی ہو آخر میں چرا کارے کُنَد عاقل

بتاؤ تو سہی لِلّٰہ اس کا کون والی ہے
نظر جس سمت کرتے ہیں اُدھر میدان خالی ہے
توجہ اس طرف سے ہم نے اب بالکل اُٹھائی ہے
گئے ہم بھول چال اپنی وہ اوروں نے اُڑالی ہے

ہمیں تو اب فقط باہم جدال و جنگ آتی ہے
ہمارے نام سے مذہب کو عار و ننگ آتی ہے

کہیں فرمانِ باری بھی کسی صورت سے ٹلتے ہیں
نہ جبتک قوم خود بدلے نہیں وہ بھی بدلتے ہیں
بھلا ان لچھنوں سے کام کب اچھے نکلتے ہیں
نہیں چھوٹا بڑا کہنے میں اپنی راہ چلتے ہیں

نہیں ہے نیک و بد پر کچھ نظر ہم کو یہ غفلت ہے
سمجھتے ہی نہیں سمجھانے سے کیسی بُری مت ہے

نہ اخلاقِ پیمبر ہم میں نے شرم و حیا باقی
نہ آدابِ شریعت ہے نہ زہد و اِتّقا باقی
بتائیں کیا کہ ہم میں کیا گیا اور کیا رہا باقی
چھنیں سب نعمتیں اک ایک اک جھگڑا رہا باقی

جدھر دیکھو عِناد و بُغض کی تلوار چلتی ہے
ذرا سی بات پر دن بھر میں سَو سَو بار چلتی ہے

ہے اپنوں سے عداوت اور غیروں سے محبت ہے
جو صدمہ غیر سے پہنچے نہیں اُس کی شکایت ہے
جو اپنا بات بھی کہدے قیامت پر قیامت ہے
بھلا وہ قوم کیا سنبھلے کہ جسکی ایسی حالت ہے

ہم اپنی آبرو اپنے ہی ہاتھوں کھوتے جاتے ہیں
اسی باعث سے سب اپنے پرائے ہوتے جاتے ہیں

کیا محسوس کچھ تم نے بھی کیوں یہ اپنی حالت ہے
خصوصًا بھائی کو بھائی سے اپنے کیوں عداوت ہے
مَیں کہتا ہوں کہ یہ سب کچھ جہالت کی بدولت ہے
یقین جانو مسلمانو کہ ایماں بڑھنی دولت ہے

یہ دولت ہاتھ آجائے تو سب کچھ ہاتھ آجائے
جسے تم کھو کے بیٹھے ہو وہ سب اک ساتھ آجائے

بہ منت ملتجی ہے اے بزرگو قوم کا خادم
کرو مِل کر جتن ایسے کہ محشر میں نہوں نادم

رہے دنیا میں بھی عزت اور عُقبیٰ بھی رہے قایم
کرو وہ کوششیں جنکے نتیجے نیک ہوں دایم

شجر اسلام کا پھُولے پھلے شاداب ہو جائے
یہ سب ادبار قومی اک خیال و خواب ہو جائے



کتب خانہ ثنائی امرتسر کی مختصر فہرست کتب

(قادیانی مشن)

شہادۃ القرآن - اثبات حیات مسیح میں
بےنظیر کتاب حصہ اول ۱۴؍ حصہ دوم عہ؍ کل عمہ؍
دونوں کے خریدار کو محصول ڈاک معاف -

الہامات مرزا - الہاموں کی کافی تردید ۱۲؍

مرقع قادیانی - مرزا صاحب قادیانی کی تردید ۶؍

تاریخ مرزا ۸؍ فتح ربانی - ۶؍

نکاح مرزا - آسمانی نکاح مرزا کی تفصیل ۲؍

شاہ انگلستان اور مرزا قادیان ۲؍

فاتح قادیان - مرزا صاحب کے آخری
فیصلہ پر مفصل انعامی مباحثہ لدھیانہ ۶؍

فسخ نکاح مرزائیان - متفقہ فتوے
علمائے اسلام - . . . . ۴؍

عقائد مرزا - مفید رسالہ ۱؍

شہادات مرزا - ۴؍

فیصلہ آسمانی - قیمت ہر سہ حصہ عمہ؍

الخبر الصحیح - قبر مسیح کی تحقیق ۲؍

(آریہ مشن)

حق پرکاش - بجواب ستیارتھ پرکاش عہ؍

ترک اسلام - دھرمپال کے ترک کا جواب ۱۲؍

الہامی کتاب - قرآن کے الہامی ہونیکا ثبوت عہ؍

بحث تناسخ - تناسخ پر مکمل بحث - ۴؍

ثمرات تناسخ - تناسخ کے نتائج - ۶؍

حدوث وید - ویدوں کی قدامت کا
رد اور حدوث کا ثبوت - . . ۲؍

حدوث دنیا - دنیا کے حدوث کا ثبوت ۳؍

الہام - الہام پر بحث . . ۲؍

شادی بیوگان اور نیوگ - ۲؍

مناظرہ خورجہ - خورجہ کی مصدقہ بحث
آریوں سے - . . . . ۴؍

مناظرہ جبلپور - آریوں سے ۴؍

القرآن العظیم - قرآن اور وید کا مقابلہ ۳؍

تبر اسلام - بجواب نخل اسلام دھرمپال ۶؍

جہاد وید - ویدوں سے جہاد کا ثبوت ۴؍

مباحثہ گوشت خوری - قیمت ۶؍

(متعلقہ اہلحدیث)

اہلحدیث کا مذہب - اہل حدیث
کے مسائل کا بیان . . . ۸؍

تقلید شخصی و سلفی پر عالمانہ بحث ۸؍

حدیث نبوی اور تقلید شخصی
دونوں مضمونوں پر بحث . . ۴؍

علم الفقہ - مسائل فقہ کی تنقید ۳؍